پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانا انتہائی ضروری ہے
کسی طاقت کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں

ہم کیا کریں کیا نہ کریں
کیا بنائیں کیا نہ بنائیں
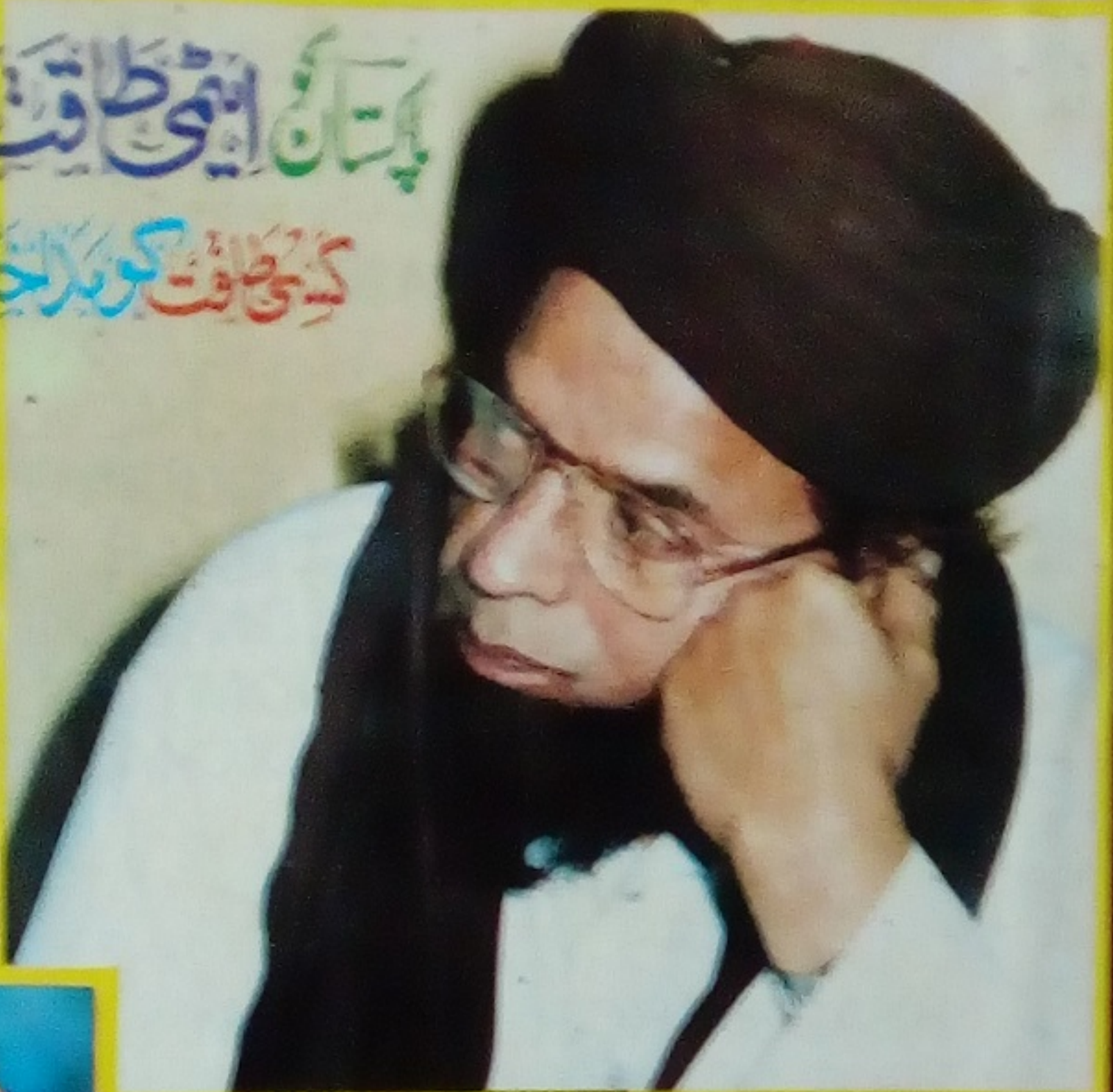
ہندوستان کے مسلمان پاکستان کو
اپنا وطن سمجھ کر آئے تھے،
مہاجر بننے کیلئے نہیں

۲۷ جولائی تا ۲ اگست ۱۹۸۹ء

احوال

کراچی

جلد ——— ۱

شمارہ ——— ۱۰

۲۰ جولائی تا ۲ اگست ۱۹۸۹ء

اس شمارے میں

قیمت فی کاپی ۷ روپیہ

بیرونِ ملک : سعودی عرب سالانہ ... ریال — آسٹریلیا — بنگلہ دیش : ... امریکی ڈالر
کویت — امریکہ : ۶۰ امریکی ڈالر — بھارت : ... امریکی ڈالر — کینیڈا
متحدہ عرب امارات ... درہم — انگلستان : ... امریکی ڈالر
نوٹ : اندرون پاکستان ڈرافٹ یا کسی بھی بینک کے ذریعہ ارسال کریں جس کی شاخ کراچی میں ہو۔

خط و کتابت کا پتہ :
۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر، ریجنسی مال، عبداللہ ہارون روڈ، صدر کراچی، فون ...

پبلشر — محمد احمد صدیقی نے النور پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ کے تحت ... پریس سے چھپوا کر ۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر ریجنسی مال شاہراہ عراق صدر کراچی سے شائع کیا۔

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کو
سب جگہ سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ
مبغوض بازار ہیں اور اسی کے مثل جبیر بن مطعم و عبداللہ بن
عمرو انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور
بعض روایات میں ہے کہ یہ قول اللہ عزوجل کا ہے۔
ابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ پہ
امت کے ثواب پیش کیے گئے یہاں تک کہ تنکا جو مسجد
سے کوئی باہر کردے اور گناہ پیش کیے گئے تو اس سے بڑا
کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی کو آیت یا سورت قرآن دی گئی اور
اس نے بھلادی

(بہار شریعت)

چمکی خرابی خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے
ہاتھوں نے کمائیں تاکہ ان کے بعض کوتکوں کا مزہ چکھائے
کہیں وہ باز آئیں۔ تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام
ہوا اگلوں کا ان میں بہت مشرک تھے تو اپنا منہ سیدھا کر
عبادت کے لیے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جسے اللہ
کی طرف سے ٹلنا نہیں۔ اس دن الگ پھٹ جائیں گے
جو کفر کرے اس کے کفر کا وبال اسی پر اور جو اچھا کام کریں
وہ اپنے ہی لئے تیاری کر رہے ہیں تاکہ صلہ دے انہیں جو
ایمان لائے اور اچھے کام کئے اپنے فضل سے بے شک
وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

الروم آیت ۴۱ تا ۴۵

(کنزالایمان)

مردِ معزول، مردِ آہن، بے ضابطگیوں کے شہنشاہ، ضیاء الحق کے دستِ راست فضل حق پابند سلاسل ہو گئے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء کو ریٹائرڈ جنرل فضل حق کو علامہ عارف الحسینی کے مقدمہ قتل میں مبینہ طور پر ملوث ہونے کے الزام میں پشاور ہائی کورٹ نے عبوری ضمانت قبل از گرفتاری مسترد کر دی۔ جنرل صاحب کا چشمہ ٹوٹ گیا، کپڑے پھٹ گئے۔ جنرل صاحب کو پسینہ آ گیا۔ اس پولیس اہلکار نے بھی دھکے دیئے، جس پر جنرل صاحب گورنر ہاؤس میں بہت مہربان تھے۔ جنرل فضل حق پر کیا بُرا وقت آیا۔ کہنے والے کہتے ہیں برا وقت نہیں تھا، جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ جنرل صاحب بھی اپنے دورِ اقتدار میں نہ جانے کتنوں کے کپڑے اتروا چکے ہیں۔ نہ جانے کتنوں کو جنرل صاحب کا نام سن کر ہی پسینہ آ جاتا تھا۔ خود ان کے گورنری کے دور میں کتنوں نے دھکے کھائے۔ یہ مکافاتِ عمل ہے۔ جابر اور ظالم حکمرانوں کا انجام یہی ہوتا ہے۔ تاریخ نے نہ جانے کتنے سبق آموز واقعات رقم کئے ہیں، تا کہ لوگ عبرت سیکھیں لیکن مردناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر۔ جنرل فضل حق کی گورنری عیش و عشرت سے پُر تھی، دولت سے مالا مال تھی۔ ان کی دولت کا ڈنکا پاکستان ہی میں نہیں، امریکہ میں بھی بجتا تھا۔ وہ دنیا کے امیر ترین جرنلوں میں سے ہیں۔ قانون ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ وہ وقت بھی تھا کہ ان کے منہ سے نکلا ہوا حرف قانون بن جاتا تھا۔ لیکن آج وہ خود قانون کی گرفت میں ہیں۔ جب وہ طیش میں آتے تھے تو بڑے بڑے دل والے دہل جاتے تھے۔ فہم و ذکا میں ان کا کوئی ہم عصر نہ تھا۔ وہ پاکستان کے "مینی" صدر تھے۔ انہوں نے جنرل ضیاء الحق سے کہا تھا کہ ساتھ آئے ہیں، ساتھ جائیں گے۔ جنرل ضیاء الحق تو چلے گئے لیکن جنرل فضل حق اب کس طرح جائیں گے۔ آنے والے دن اور واقعات ہی اس بات کی نشاندہی کریں گے۔ فی الحال وہ قانون کے کٹہرے میں کھڑے ہیں اور زندگی ان کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے، کسی کو نہیں معلوم۔ ہاں جزا و سزا صرف قیامت پر منحصر ہے موقوف، زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے۔

۲۵ جون تا ۲۵ جولائی، فضل حق کی موت آئی، امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن نے یہ نعرہ کراچی تا خیبر، ہر در و دیوار پر منقش کر دیا۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے ہر کارکن نے عارف الحسینی کے قتل کی ذمہ داری جنرل فضل حق پر عائد کی ہے۔ جنرل فضل حق کی گرفتاری میں یہ طبقہ پیش پیش رہا ہے۔ بڑی زور شور سے مہم چلائی گئی۔ گرفتاری کا مطالبہ روز بروز زور پکڑتا گیا۔ عارف الحسینی کی پہلی برسی کے موقع پر پشاور میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی طرف سے جلسے کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق جنرل فضل حق کو ختم کرنے کے لئے اس برادری نے بین الاقوامی طور پر مختلف تنظیموں سے رابطہ کر کے مدد لی۔ جنرل فضل حق کو ختم کرنے کے لئے ملک کے مختلف راستوں سے پانچ ہزار تخریب کار ملک میں داخل ہو گئے۔

با جبروت اور با اختیار سابق گورنر سرحد کے زوال کا وقت آ گیا۔ جنرل فضل حق پر نہ جانے کتنے الزام ہیں، اقربا پروری، رشوت خوری، بد کلامی، اسمگلنگ۔ قانونی شکنجوں میں جکڑا ہوا یہ مرد ذشیر اب اپنے منطقی نتیجہ پر پہنچنے والا ہے۔ اس مسئلہ کو قانونی دائرہ میں ہی رہ کر حل کیا جائے۔ کسی طبقہ کو اس قدر کھلم کھلا مداخلت کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ورنہ اکثریتی طبقہ کے جذبات بھی اُبھر سکتے ہیں اور اصل معاملہ سے ہٹ کر مسئلہ سیاست کی نذر ہو سکتا ہے۔ ملک میں امن و امان کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ پیپلز پارٹی اس مسئلہ میں خاموش ہے اور خاموشی ہی سے جنرل صاحب کا کام ہو رہا ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ ہر طبقہ کے جذبات کا خیال رکھے۔ کسی کو اتنی آزادی نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ اچھل کود کر کے قانون اپنے ہاتھ میں لے لے۔ جنرل فضل حق کے مقدمہ کی کارروائی کو سکون سے ہونے دیا جائے تا کہ ہر جابر اور آمر حاکم تاریخ سے سبق سیکھ سکے اور سب کو معلوم ہو جائے ؂

یہ خوب کیا ہے، یہ زشت کیا ہے، جہاں کی اصلی سرشت کیا ہے
بڑا مزہ ہو تمام چہرے اگر کوئی بے نقاب کر دے!

ڈاکٹر فریدہ احمد

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلمانوں کی قوت پارہ پارہ ہو گئی!

حضرت عثمانؓ خود سادہ مزاج تھے، دوسروں پر خرچ کر کے بیحد خوش ہوتے!

"لوگو! اچھی طرح سن لو، اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک نہ ایک ساتھ نماز پڑھ سکو گے نہ ایک دوسرے کی قوت بازو بن کر جہاد کر سکو گے!"

یہ تھے وہ الفاظ جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے شہادت سے قبل ادا ہو رہے تھے۔ مگر کس قدر سچائی تھی ان الفاظ میں، جو رخنہ مسلمانوں میں اس وقت پیدا ہوا، وہ آج تک بند نہ ہو سکا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شہادت کا واقعہ انتہائی سنگین تھا جو مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر گیا۔ مسلمان قبیلوں، عصبیتوں اور گروہوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے اور ان کی تمام قوت آپس میں لڑنے پر صرف ہو رہی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس فعل مذموم کے بعد فرمایا: "اگر سارا عالم بھی اس قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح اس پر آسمان سے پتھر برستے۔" حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا: "لوگو! اگر تمہارے اعمال کی سزا میں کوہ احد بھی تم پر پھٹ پڑے تو بھی بجا ہے۔"

یقیناً مسلمان کا خون ناحق اتنا ہی قیمتی ہوا ہے کاش مسلمان اس نکتہ کو سمجھ لیں اور کچھ سبق حاصل کریں اور یہ تو تھا اس ہستی کا خون ناحق جن حضور نے ذوالنورین کا لقب حاصل کیا۔ جب آپؓ کی دوسری بیوی حضرت ام کلثومؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو اس کو بھی عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔"

حضرت عثمان غنیؓ وہ برگزیدہ شخصیت تھے جن کو تین مواقع پر جنت کی بشارت دی گئی۔ ایک بار جب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حفر بئر رومة فله الجنة جو بیر رومہ کھلوائے اس کے لئے جنت ہے۔ آپ نے اس کام کو بڑے ذوق و شوق سے پورا کیا۔ دوسری بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من جهز جيش العسرة فله الجنة

جو کوئی جیش العسرة کے لئے سامان مہیا کرے اس کے لئے جنت ہے۔ اور یہ سامان بھی آپ ہزاروں اونٹ گھوڑوں، راشن اور اسلحہ، نیز اشرفیوں کی صورت میں فراہم کر کے جنت کے حقدار بنے۔

تیسری مرتبہ آپ کو جنت کی اس وقت بشارت ملی جب حضورؐ بیر اریس پہ جلوہ افروز تھے آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو حکم دیا کہ عثمانؓ کو یہ بشارت سنا دو۔

بشره بالجنة على بلوى تصيبه ۔

ان ابتلاء پر عثمان کو جنت کی بشارت جو پیش آنے والے ہیں۔ آپ کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے امیر المومنین علی مرتضیٰ ارشاد فرماتے ہیں میں نے حضرت رسالتمآب کا ایک خطبہ سنا ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں اور ان گناہوں کو بھی اللہ نے معاف کر دیا ہے جو آئندہ آپ سے سرزد ہوں گے۔ یعنی قیامت تک کے گناہ اللہ نے معاف فرمائے ہیں۔

سخاوت: حضرت عثمان بن عفان اپنی سخاوت و جود و سخا کی بناء پر غنی کے لقب سے نوازے گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ خود سادہ مزاج تھے لیکن دوسروں پر خرچ کر کے آپ کو بیحد خوشی ہوتی۔ آپ نے اپنی بے پناہ دولت اسلام کی تبلیغ و ترویج میں خرچ کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک بار قحط پڑا آپ نے ایک ہزار اونٹ غلہ جو آپ کے پاس موجود تھا مسلمانوں میں مفت تقسیم کر دیا حالانکہ اس وقت اہل مدینہ آپ کو منہ بولی قیمت دے رہے تھے۔

دین کی راہ میں آپ کی فیاضی کی عظیم الشان مثال مسجد نبوی کے لئے زمین خرید کر مسجد کی توسیع کرانا ہے۔ [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بیر اریس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے تہبند ایک زانو سے اوپر کیا ہوا تھا مگر جیسے ہی حضرت عثمانؓ تشریف لائے آپ نے تہبند ٹانگوں پر ڈھک لیا۔

ایک بار حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ میرے والد سے تو نہیں شرماتے مگر عثمانؓ سے شرماتے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا عائشہ عثمانؓ سے تو فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

عالمانہ قابلیت: وہ علوم اسلامیہ کے امام ثالث تھے اور حضرت عمر بن خطابؓ کے بعد امامت و اجتہاد میں ان سے بہتر اور بڑھ کر کوئی اور شخص نہ تھا۔ آپ سے ۱۴۶ احادیث مروی تھیں۔ آپ خود بھی حافظ قرآن تھے۔ اور آپ جامع القرآن تھے۔

حضورؐ کے بعد صحابہ کرامؓ میں سے حفاظ قرآن شہید ہونے لگے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے یہ کام حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد کیا۔ آپ نے قرآن کا ایک ایک لفظ مصحف میں لکھ کر اعلان کر دیا جس کا جی چاہے نقل کرے۔ یہ مصحف حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا گیا۔

حضرت حذیفہؓ نے آذربائیجان اور آرمینیا پر فوج کشی کے دوران یہ بات محسوس کی کہ مسلمان مختلف لہجوں اور قرأت سے قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں پھر عرب و عجم کے اختلاط سے قرأت میں فرق پڑ سکتا ہے لہٰذا انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے اس امر کی نشاندہی کی کہ ایسا نہ ہو کہ مسلمان کتاب الٰہی میں غیر شعوری طور پر تحریف کرنے لگیں چنانچہ آپ نے مصحف کا وہ نسخہ منگایا اور ایک کمیٹی چار ارکان پر مشتمل بنائی۔ اس کمیٹی میں حضرت زید بن ثابتؓ (کاتب وحی)، عبد اللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاصؓ اور عبد الرحمن بن حارثؓ مستند حفاظ کرام اس کے ممبر تھے اس کے بعد اس کی

باقی صفحہ (۳۶) پر

انٹرویو: راؤ توفیق احمد

گفتگو

ایم۔کیو۔ایم نے مہاجر قومیت اور کوٹہ سسٹم کے نام پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا،

کراچی اور حیدرآباد سے جمعیت کے صرف تین ممبر تھے اور ایم۔کیو۔ایم کے چودہ ہیں پھر اسمبلی میں جانے سے پہلے ہی کوٹہ سسٹم کے مطالبے سے کیوں دستبردار ہوگئے؟

س: پیپلز پارٹی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ جمہوریت کے لئے اس نے بڑی قربانی دی ہے۔ آپ کی پارٹی نے اس سلسلہ میں کیا کارنامہ انجام دیا؟

ج: پیپلز پارٹی کا یہ دعویٰ تو درست ہے کہ اس نے جمہوریت کے لئے قربانی دی ہے لیکن اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ کسی اور نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کیا تو یہ سراسر غلط ہے اور حقائق سے نابلد ہونا ہے۔ جو لوگ گیارہ سالہ مارشل لا کے شاہد ہیں۔ اس ملک کے عوام کی اکثریت یہ جانتی ہے کہ جمعیت العلماء پاکستان نے بھی کسی سے کم قربانی نہیں دی۔ جمعیت کے بہت سے کارکن مارشل لا کے زمانے میں گرفتار ہوئے۔ انہوں نے قید و بند اور نظر بندی کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی میانوالی جیل میں بند رہے۔ میں بھی نظر بند رہا۔ میں نے بھی قربانی دی ہے۔ ہم نے مارشل لا سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی قسم کا تعاون نہیں کیا۔ مارشل لا والوں نے متعدد بار ہمیں وزارتوں کی پیش کش کی لیکن ہر بار ہم نے وزارتوں کی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ ہم سمجھتے ہیں یہ بھی ہماری بہت بڑی جمہوری خدمت ہے۔ برخلاف اس کے بہت سی جماعتوں نے جن میں جماعت اسلامی پیش پیش ہے، مذہبی جماعت کا لیبل لگا کر ایک بڑا گھناؤنا کردار مارشل لا کے دور میں ادا کیا۔ پی۔ این۔ اے کو توڑا جنرل ضیاء الحق کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے چار وزارتیں قبول کیں اور ان کی حکومت میں شامل ہوگئے۔ اس کے علاوہ پاکستان جمہوری پارٹی اور مسلم لیگ نے بھی مارشل لا حکومت سے تعاون کیا مگر اس سلسلے میں جمعیت العلماء پاکستان کا کردار بے داغ رہا۔

س: آپ پر یہ الزام ہے کہ آئی جے آئی سے اتحاد نہ کر کے پیپلز پارٹی کو کامیاب کرایا گیا اور خاص طور سے پنجاب میں۔

ج: ہم پر جو لوگ یہ الزام عائد کرتے ہیں وہ حقائق سے نابلد ہیں۔ دراصل دیکھنا یہ ہے کہ آئی جے آئی کس قسم کا معجون مرکب ہے۔ آئی جے آئی میں اصل کردار میاں نواز شریف کا ہے، وہی آج کل آئی جے آئی کے صدر بھی ہیں، وہی آئی جے آئی کے ترجمان بھی ہیں۔ میاں نواز شریف کے متعلق کون نہیں جانتا

جمعیت نے ہر بار وزارتوں کی پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا!

کہ میاں نواز شریف کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ مارشل لاء کے پروردہ ہیں۔ مارشل لاء کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ مارشل لاء کے زیر اہتمام انہوں نے بے شمار مالی اور ذاتی فوائد حاصل کئے۔ جنرل ضیاء الحق صاحب کی خوشنودی کے لئے انھوں نے وہ کچھ کیا جو ایک شریف آدمی کو کرنا نہیں چاہئے تھا۔ نواز شریف مارشل لاء کے بوٹوں کو چاٹتے رہے ہیں۔ اسی طرح مارشل لاء کے دیگر کرتا دھرتاؤں نے خصوصاً جنرل فضل حق نے جو پچھلے آٹھ سال تک صوبہ سرحد کے گورنر رہے ہیں، کیا کچھ نہیں کیا — ان کے بعد پھر جماعت اسلامی ہے۔ جس کا کردار عوام کے سامنے ہے' اور اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی ایسے اتحاد میں جہاں نواز شریف، فضل حق اور جماعت اسلامی موجود ہوں، ہمارے شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ہم ان سے اتحاد کرتے تو ہم سے بڑا کوئی بے وقوف ہی نہیں تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مارشل لاء کے پروردہ رہے ہیں۔ اگر ان سے ہمیں تعاون ہی کرنا تھا تو شروع میں ہی ان کے سرپرست اور مربی ضیاء الحق سے تعاون کر لیتے۔ جب ہم نے ضیاء صاحب سے ہی تعاون نہیں کیا تو ان کے پروردہ لوگوں سے ہمیں تعاون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی میں شامل نہ ہونے کا جمعیت العلماء پاکستان کا موقف صحیح تھا۔ یہ لوگ مارشل لاء کی بیساکھی بنے رہے۔ جماعت اسلامی، فضل حق اور نواز شریف کے ٹولے میں شمولیت ہمارے بے داغ ماضی کو داغدار بنا دیتی۔

س: پاکستان عوامی اتحاد بنا اور پھر ٹوٹ گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیا یہ آپ کی پارٹی کے خلاف سازش تھی یا آپ نے پیپلز پارٹی کو کامیاب کروانے کے لئے آئی جے آئی کے خلاف یہ قدم اٹھایا تھا۔

ج: پاکستان عوامی اتحاد اور اسلامی جمہوری اتحاد تقریباً ایک ہی زمانے میں بنے ہیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد نہ اسلامی تھا اور نہ جمہوری تھا اور نہ ہی پیپلز پارٹی کے خلاف تھا۔ یہ درحقیقت جنرل ضیاء الحق کے پروردہ لوگوں کا ایک ٹولہ تھا۔ یہ مارشل لاء کی باقیات تھی' بلکہ مارشل لاء کی [illegible] تھی۔ ہم نے پاکستان عوامی اتحاد جو بنایا تھا، اس میں ایئر مارشل اصغر خان کی پارٹی پاکستان مسلم لیگ اور جمعیت العلماء پاکستان شامل تھیں۔ پاکستان مسلم لیگ وہ تھی جس میں پیر صاحب پگارا اور محمد خان جونیجو شامل تھے۔ تحریک استقلال کے سربراہ ایئر مارشل اصغر خان کا کردار پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ بے داغ رہا ہے۔ انہوں نے بڑی جرأت کے ساتھ جمہوریت کے لئے بے پناہ قربانیاں دی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے جو اتحاد بنایا تھا وہ مثبت قدم تھا۔

پیپلز پارٹی میاں نواز شریف کی ریشہ دوانیوں کے سبب کامیابی حاصل کر چکی ہے۔ اگر جماعت اسلامی، نواز شریف اور جنرل فضل حق میدان میں نہ ہوتے تو یقین جانئے ہم پیپلز پارٹی سے بھرپور مقابلہ کرتے اور آئی جے آئی سے بہتر پوزیشن بنا لیتے، لیکن نام نہاد اسلامی جمہوری اتحاد نے پیپلز پارٹی کی کامیابی کے لئے راستہ ہموار کیا۔ ہم نے چونکہ اتحاد ذرا دیر سے بنایا تھا اور اس میں بھی محمد خان جونیجو صاحب آئی جے آئی میں جا کر شامل ہو گئے۔ اس لئے ہمارا اتحاد موثر انداز میں اپنا پیغام عوام تک نہ پہنچا سکا۔ ہماری ناکامی کی اصل وجہ یہ بھی ہے۔ پیپلز پارٹی کو اسلامی جمہوری اتحاد سے بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ ظاہر ہے ضیاء الحق کے ماننے والے اور چاہنے والے سب ایک جگہ اکٹھا ہو گئے تھے۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی شکل میں۔ لہذا پیپلز پارٹی کا ان سے

حکومت بغیر کسی امتیاز کے ناجائز اسلحہ ضبط کرلے

مقابلہ کرنا بہت آسان ہو گیا۔ اگر ہم لوگ بیچ میں رہتے تو پیپلز پارٹی اتنی اکثریت حاصل نہیں کر سکتی تھی جو اس نے اب حاصل کر لی ہے۔

س: سندھ میں قتل عام ہو رہا ہے۔ پاکستان میں ترقیاتی اور سماجی کاموں کے بجائے ذاتی اقتدار کی کشمکش ہو رہی ہے۔ آپ خاموش تماشائی ہیں کیوں؟

ج: الحمدللہ ہم خاموش تماشائی نہیں ہیں۔ ہمارا کام برابر جاری ہے۔ قومی اسمبلی میں اگرچہ جمعیت العلماء پاکستان کا بہت مختصر سا گروپ ہے۔ صرف تین ممبران ہیں مگر وہ بھی بہت موثر ہیں۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اس گروپ کے قائد ہیں اور بڑا موثر حزب اختلاف کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ میجر جنرل (ریٹائرڈ) حافظ محمد حسین انصاری صاحب ہیں یہ سب جمہوریت کی خدمت کر رہے ہیں۔ جگہ جگہ جلسے منعقد کر رہے ہیں۔ سندھ کے مخصوص حالات میں ہم کوئی موثر کردار ادا کرنے کے لئے اس لئے اہل نہیں ہیں کہ ہم یہاں الیکشن میں ناکام ہو گئے ہیں۔ جو پارٹیاں یہاں کامیاب ہوئی ہیں اور اقتدار میں ہیں، وہی زیادہ موثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اس کے باوجود ہم جو کردار ادا کر سکتے تھے وہ ہم کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں دو اہم جلسے تو جمعیت العلماء پاکستان کی جانب سے منعقد کئے گئے تھے، انہیں درہم برہم کیا گیا۔ ان پر فائرنگ کی گئی۔ ان جلسوں میں دہشت گردی پھیلائی گئی۔ عوام پر تشدد کیا گیا۔ اس میں ایک نسل پرست، دہشت گرد لسانی تنظیم، جس کا صدر مقام کراچی ہے، ملوث تھی۔ اس نے ہمارے ایک کارکن تمنا اللہ کو شہید کیا۔ مجھ پر گولیاں برسائیں، ہمارے دائیں بائیں آس پاس سے گولیاں گزرتی رہیں۔ یہ سب ایم کیو ایم کے مسلح دہشت گرد کر رہے تھے۔

س: ایسی صورت حال میں سندھ میں کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے؟ آپ کی اس بارے میں کیا تجاویز ہیں؟

ج: سندھ میں امن و امان کے قیام کی ذمہ داری بہر حال ان لوگوں کی ہے جو اقتدار میں ہیں یا شریک اقتدار ہیں۔ بظاہر تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں لیکن بباطن ایک دوسرے کے حریف ہیں۔ سندھ میں امن و امان کی ذمہ داری ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی پر عائد ہوتی ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں برسر پیکار ہیں۔ اس سے پیشتر جنرل محمد ضیاء الحق لسانی گروہی اور دہشت گرد تنظیموں کی سرپرستی کرتے رہے۔ انہیں بے پناہ ہتھیاروں سے مسلح کیا۔ ان کے دور میں سندھ میں سید غوث علی شاہ کی حکومت کے دوران دہشت گردوں کے مسلح دستے پورے صوبہ میں دندناتے پھرتے تھے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آج بھی شریک اقتدار ہو کر یہ سلسلہ جاری ہے ——— آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہو گی کہ غنڈہ ٹیکس وصول کرنے والوں کو، ڈاکہ زنی کرنے والوں کو اور سیاسی جلسے درہم برہم کرنے والوں کو بہت سی ایجنسیوں اور عوام کی جانب سے رپورٹوں اور ایف آئی آر درج کئے جانے کے باوجود آج تک گرفتار نہیں کیا گیا۔ اس صورتحال کا علاج بظاہر بڑا آسان ہے اگر حکومت کرنا چاہے تو بغیر کسی امتیاز کے خواہ وہ کوئی دیہی ہو یا شہری ہو اگر اس کے پاس ناجائز اسلحہ ملے تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ حکومت اگر واقعی امن قائم کرنا چاہتی ہے تو بلا تفریق تمام ناجائز اسلحہ ضبط کرے۔ ظاہر ہے کہ جب تمام ناجائز اسلحہ ضبط کر لیا جائے گا تو تشدد کے واقعات بند ہو جائیں گے اور اس کے بڑے خوشگوار اثرات صوبہ پر پڑیں گے وہ دہشت گرد تنظیمیں جنہوں نے نفرت کے بیج بوئے ہیں اور اسلحہ کی بنیاد پر قتل عام کر رہی ہیں۔ بے بس ہو جائیں گی۔ ناجائز اسلحہ کی ضبطی کا کام پورے صوبہ میں ایک مقررہ دن پر کرفیو لگا کر کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام فوج اور دیگر کی مدد سے با آسانی کیا جا سکتا ہے۔ اگر صوبہ سندھ کو ناجائز اسلحہ سے پاک کر دیا جائے تو پھر یہاں امن و امان قائم ہو سکتا ہے اس سلسلے میں کسی رعایت کے بغیر سخت ترین اقدامات کئے جانے چاہئیں

صورت میں یہ صوبہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ صوبہ میں بھائی چارے اور خیر سگالی کا ماحول پیدا کرنے کے لئے سب وطن قومی سیاسی پارٹیوں کو جلسے کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ عوام تک پہنچ سکیں انہیں محبت اور امن کا پیغام دے سکیں مگر اب صورتحال یہ ہے کہ جمعیت العلمائے پاکستان کے جلسوں کو نسل پرست، تشدد پسند، دہشت گرد تنظیم درہم برہم کر دیتی ہے۔ اس لئے قانون میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے۔ جلسوں میں دہشت

آنے والے شدہ مہاجر ہی اگر ایسا ہے تو آپ مہاجر قومیت کو کیوں نہیں مانتے۔؟

ج:۔ میں نے کہا ہے کہ کھوکھرا پار سے آنے والے جو شخص مہاجر ہیں۔ وہ ہجرت کر کے ہندوستان سے آئے ہیں در اصل ہندوستان سے لوگ مختلف راستوں اور مختلف ذریعوں سے بھی آئے ہیں۔ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے لٹے ہوئے قافلے آئے

تو پھر ہندوستانی قومیت کیوں کی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد [illegible] تھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں مسلم قومیت [illegible] کو تقسیم کرنے کی سازش کر رہے ہیں [illegible] لارنس آف عریبیہ نے مسلمانوں کی [illegible] سلطنت [illegible] ٹکڑے کر دئیے اور عربوں کو عراقی، مصری، شامی، فلسطینی میں تقسیم کر دیا۔ مسلمانوں کو عرب بنایا اور عرب بنانے کے بعد [illegible]

پاکستان مملکتِ خداداد ہے

اس علاقہ میں بسنے والے لوگوں کو اللہ نے پاکستان کی شکل میں ایک بہترین ملک عطا کیا، جو معدنی دولت اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، جو زرخیز زمینوں اور شاداب وادیوں کا خطہ ہے، جس کے پاس سمندر اور وسیع و عریض ساحل ہے۔ مادی وسائل کے علاوہ اس ملک کو انسانی وسائل اور افرادی قوت سے بھی نوازا گیا۔ ان کو بہترین رہنما دیئے گئے مگر جس طرح اس ملک کے لوگوں نے مادی وسائل کی ناقدری کی جس سے پاکستان کے سرسبز اور شاداب خطہ کو گنوا دیا۔ سنہرے ریشم پٹسن کو کھو دیا۔ اسی طرح اچھے رہنماؤں کی قدر نہ کی۔ دیندار، باشعور، دانا اور دور رس نگاہیں رکھنے والے لیڈروں کو نہیں پہچانا۔ کھوکھلے نعروں سے متاثر ہو کر چھوٹے قد کے رہنماؤں کو سر پر بٹھایا۔ جنھوں نے اپنے ساتھ ان کے ملک کا بھی قد گھٹا دیا۔ علم دانش کی کمی والے، بین الاقوامی ساکھ کے حامل اور قومی سطح کے لیڈر، قوم کی بے اعتنائی کا شکار ہو کر بے بس ہو گئے۔ علاقائی سوچ اور چھوٹا ذہن رکھنے والے گروہ بند لیڈر ملک کے سیاہ و سپید کے مالک بن بیٹھے جنھوں نے اپنے بیمار ذہنوں کا زہر قوم کی رگ و پے میں اتار دیا۔

رگ و پے میں جب اترے زہر تب دیکھئے کیا ہو — ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے

ایسے ہی بلند نگاہ، نابغہ روزگار، قومی سطح کے دینی و سیاسی رہنما مولانا شاہ احمد نورانی ہیں جنہیں قوم نے ابھی تک پوری طرح نہیں پہچانا۔ جن کی قوم نے وہ قدر نہیں کی، جس کے وہ مستحق ہیں۔ جنھوں نے اپنی سیاسی بصیرت سے کام لے کر قوم کو سیاچن مسئلہ کی نزاکت سے شروع میں ہی آگاہ کر دیا تھا۔ اگر اس وقت کا حکمران آپ کے بیان کا نوٹس لے کر مناسب اقدامات کر لیتا تو آج پاکستان اپنے ایک ہزار مربع میل کے علاقے سے محروم نہ ہوتا۔ آج بھی یہ عظیم رہنما قوم کو گلگت اور بلتستان صوبہ کے مطالبہ کے پس پشت کارفرما سازش سے مطلع کر رہا ہے۔ ملک کو قومیتوں میں بانٹ کر تقسیم کر دینے کی سازش کو بے نقاب کر رہا ہے۔ اگر اب بھی قوم نے انکی باتوں پر مناسب توجہ نہ دی تو ملک کو خدانخواستہ پھر عظیم سانحوں سے دوچار ہونا ہو گا۔ ہم نے محترم مولانا کا ایک تفصیلی انٹرویو کیا ہے اور وہ اس اُمید پر قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں کہ قوم ان خطرات کا ادراک کرے گی جن کی نشاندہی محترم مولانا نے کی ہے اس کے ساتھ ہم خود اردو کی زبان میں یہ پیغام بھی دینا چاہیں گے

یہ لوگ پر تو آفتاب ہیں — ماہ و انجم کا حسیں سایہ ہیں
انہیں نہ ضائع کرو اے لوگو! — یہ لوگ یہاں جنس گرانمایہ ہیں

گردی کرنے والوں کو گرفتار کر کے قانون کے مطابق سزا دی جائے ہر سیاسی جماعت کا خواہ وہ انتخابات میں شکست کھا گئی ہو یہ حق ہے کہ وہ جلسے کرے، اظہار رائے کرے اور عوام کو اپنے موقف سے آگاہ کرے اور لوگوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ مختلف رہنماؤں کو سنیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی جماعتیں انتخابات میں ہار چکی ہیں مگر انہوں نے عوام سے ووٹ لئے ہیں مثلاً جمعیت العلمائے پاکستان کو ہی لے لیجئے اگرچہ بہت سی نشستیں ہاری ہیں مگر الیکشن کمیشن کی رپورٹ کے مطابق اس جماعت نے ۱۰ لاکھ ووٹ لئے ہیں پیپلز پارٹی کے بعد ہمارا تیسرا نمبر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کی ایک معتد بہ رائے عامہ اور ووٹر ہمارے ساتھ ہیں ہمیں ان تک پہنچنے کا ان سے مخاطب ہونے کا اور ان کی خدمت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس وقت ہم حزب اختلاف ہیں مگر آگے چل کر ہم حزب اقتدار میں آجائیں۔ یہی جمہوری عمل ہے ہر شخص کو ہر پارٹی کو عوام تک اپنی بات پہنچانے کا حق ہے اور اسی طرح عوام کو ان کی بات سننے کا حق حاصل ہے۔

س:۔ آپ نے بیشتر جلسوں میں فرمایا ہے کہ کھوکھرا پار کے راستے

وہ وہاں سے بالجبر نکالے گئے۔ لہٰذا مشرقی پنجاب سے آنے والے بھی مہاجر ہیں اور کھوکھرا پار سے آنے والے بھی مہاجر ہیں۔ اسی طرح سے بمبئی وغیرہ سے بحری جہازوں کے ذریعہ آنے والے بھی مہاجر ہیں لیکن مہاجر کوئی قومیت نہیں ہے۔ جب ہجرت کی تو مہاجر تھے جب ہجرت کے بعد کہیں مقیم ہو گئے، اور واپسی کا کوئی ارادہ نہیں تو ہجرت ختم۔ اگر واپسی کا ارادہ ہے تو پھر کیمپوں میں رہنا چاہیئے اور واپسی کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اسلام میں اگر قومیت کا تصور ہے کوئی قومیت اگر تسلیم کی گئی ہے تو

وہ مسلم قومیت ہے۔ مسلم قومیت ہی کی بنیاد پر پاکستان بنا ہے۔ مہاجر قومیت کے لئے ہم نے پاکستان نہیں بنایا، مسلم قومیت کے لئے پاکستان بنایا ہے۔ یہی مسلم قومیت دو قومی نظریہ کہلاتی ہے۔ ہندوستان میں ہم نے یہ کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہندو ایک الگ قوم ہے۔ یہی دو قومی نظریہ تھا۔ یہی نظریہ پاکستان بنا۔ اسلام نے ہم کو اپنا تشخص دیا۔ ہمارا تشخص مسلمان ہوتا ہے۔ مسلم قومیت کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ آج اگر ہم مسلم قومیت سے دستبردار ہو جاتے ہیں

الگ کیا۔ پھر مسلمانوں کو عربی قوم اور قوم یعنی عراقی قوم، شامی قوم اور حجازی قوم وغیرہ میں تقسیم کرایا۔ لارنس آف عریبیہ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ہے۔ اس کو تقسیم کرنے والے قومی مجرم ہیں۔ بہت بڑا شرعی جرم ہے۔ شریعت اسلامیہ میں مسلمان روئے زمین کے رہنے والے ایک قوم ہیں۔ یہ قوم رسول ہاشمی ہے۔

س:۔ اگر مہاجروں کی اولاد اپنے آپ کو مہاجر نہ کہیں تو صوبائی سطح پر کیا کہیں؟ جبکہ پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان اپنے اپنے صوبے سے پہچانے جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ آپ نے مہاجروں کی اولادوں کو سندھی تسلیم کروانے کے لئے کوئی کوشش کی؟

ج:۔ اگر کوئی آدمی غلطیاں کرتا ہے تو ہمیں اس کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہئے اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو پنجابی کہتا ہے تو غلط ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں صوبۂ پنجاب سے تعلق رکھتا ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم اگر وہ کہتا ہے کہ پنجابی میری قومیت ہے تو یہ غلط ہے۔ قومیت تو اس کی مسلمان ہے۔ اسی

پاکستان کو قومیتوں میں تقسیم کرنے والے لارنس آف عربیہ کا کردار ادا کر رہے ہیں

طرح مختلف صوبوں کے رہنے والے لوگ ان صوبوں سے اپنا تعلق بتا سکتے ہیں۔ یہی صوبہ سندھ میں رہنے والے کر سکتے ہیں۔ ہمارا تشخص صرف مسلمان ہے۔ جس تاریخ کو ہم اپنا یہ تشخص ختم کر دیں گے اسی دن پاکستان کی بقا اور اس کا جواز باقی نہیں رہے گا۔ ہمارا تشخص یہی ہے۔ اسی کے لئے جمعیت العلماء پاکستان جدوجہد کر رہی ہے۔ ہم صرف مسلم قومیت پر یقین رکھتے ہیں اور اسی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ ہمیں کسی دوسرے کے نقش قدم پر نہیں چلنا ہے۔ اگر صوبہ سرحد میں کوئی شخص اٹھ کر کہتا ہے کہ ہم پشتون قوم ہیں اور سندھ میں کوئی آواز لگاتا ہے کہ ہم سندھی قوم ہیں یا بلوچستان میں بلوچی قوم کا نعرہ بلند ہوتا ہے تو ان کی نقل میں ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح ہمارا کبھی کوئی نظریہ نہیں ہوگا۔ یہ تو پھر وہی ہوگا کہ چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ ہمارا اپنا تشخص اسلام سے وابستہ ہے۔ مہاجر مہاجر کی اصطلاحیں اسلام دشمنوں نے گھڑی ہیں۔ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی یہ ایک سازش ہے۔ اس سے پہلے مشرقی پاکستان میں بھی یہی ہوا۔ وہاں بنگلہ دیش اور بنگالی قوم کا ایک نعرہ بلند ہوا۔ اس میں ہندو کی سازش کا دخل تھا۔ ہندو چاہتا تھا کہ دو قومی نظریہ کو جس کی بنیاد پر پاکستان بنا اس کو ختم کر دیا جائے تاکہ پاکستان کے قیام کا جواز ہی باقی نہ رہے۔ بنگالی قوم بنائی، پھر وہاں مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑایا۔ اردو بولنے والوں کے متعلق کہا گیا کہ تم اردو بولتے ہو۔ پنجابیوں سے کہا گیا کہ تم پنجابی بولتے ہو۔ بنگالی ایک قوم ہیں۔ اردو بولنے والے ایک الگ قوم ہیں۔ اور پنجابی ایک علیحدہ قوم ہیں۔ اس طرح وہاں مسلمانوں کو قومیتوں میں بانٹا گیا اور بنگالی قومیت کا پرچار کیا گیا۔ بنگالی قوم بنائی گئی تو ظاہر ہے کہ قوم کے لئے زمین کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے ہم نے ہندوستان میں کہا کہ ہم مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور قوم کے لئے وطن کی ضرورت پیش آ گئی۔ علیحدہ وطن کے مطالبہ کو مان لیا اور ہندوستان کی تقسیم عمل میں آ گئی۔ اسی طرح انھوں نے کہا کہ بنگالی پاکستانیوں سے ایک الگ قوم ہیں۔ جب الگ قوم ہوئے تو ایک الگ وطن کی ضرورت پیش آئی۔ انھوں نے سونار بنگلہ دیش کا نعرہ لگایا۔ ہندوستان اس کو شہ دیتا رہا۔ اس کے جاسوس آتے رہے۔ اسی طرح ہندوستان نے اپنے جاسوسوں اور مکتی باہنی کے ذریعے پاکستان کی سالمیت کو پامال کر دیا۔ مسلمانوں کو قومیتوں میں بانٹ کر بنگلہ دیش بنوایا۔ آج بھی اگر ہم قومیتوں میں تقسیم ہو گئے تو اسلام کے دشمن جو اندر موجود ہیں اور بیرونی طاقتوں کی سازش کا شکار ہو جائیں گے۔ پاکستان کے دشمن اس پاکستان کو بھی قومیتوں کے نام پر بانٹ کر خدانخواستہ اسے بھی ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں جس طرح انھوں نے مشرقی پاکستان کو ہم سے الگ کر دیا ہے۔

س: اگر ایم کیو ایم آپ سے رابطہ کرے تو کیا آپ اس کا خیر مقدم کریں گے؟

ج: نہیں ہم کوئی خیر مقدم نہیں کریں گے۔ ہمیں کسی لسانی نسل پرست دہشت گرد تنظیم سے رابطہ نہیں کرنا ہے۔ ہم ایسے رابطوں کو پسند نہیں کرتے۔

جلسوں میں ہمارے دائیں بائیں سے گولیاں گذرتی ہیں

س: آپ نے اس آئین پر دستخط کئے جس میں کوٹہ سسٹم کا نفاذ موجود تھا، کیوں؟

ج: صرف کوٹہ سسٹم کی وجہ سے آئین کی تشکیل کو روکا نہیں جا سکتا۔ اسی لئے ہم نے اس پر دستخط کئے۔ جہاں تک کوٹہ سسٹم کا تعلق ہے، قومی اسمبلی کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان نے پرزور طریقے سے کوٹہ سسٹم کی مخالفت کی تھی۔ یہ بات اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ (۲۰ مارچ، اپریل ۱۹۷۳ء) کی قومی اسمبلی کی بحث اور مطبوعات جن میں میری تقریر بھی شامل ہے اب بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ جس میں کوٹہ سسٹم کے نفاذ کی بھرپور مخالفت کی گئی تھی لیکن پیپلز پارٹی قومی اسمبلی میں اکثریت رکھتی تھی جبکہ جمعیت علماء پاکستان کے قومی اسمبلی میں اس وقت صرف چار ممبران تھے۔ ظاہر ہے اس تعداد کے ساتھ ہم اس وقت یہی کچھ کر سکتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اس بات کی بھی وضاحت کر دوں کہ ہم نے ۱۹۷۳ء کے دستور پر صرف اس لئے دستخط کئے کہ اس دستور میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کیا گیا۔ اس سے پہلے ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء اور اس کے بعد کے دساتیر میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب نہیں مانا گیا تھا۔ الحمدللہ جمعیت العلماء پاکستان کا پرزور اصرار اور مطالبہ پر مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے ذاتی طور پر اس کو آئین میں شامل کیا۔ یہ بات آئین کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ ملک میں پہلی مرتبہ اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ اسی طرح اس دستور میں ہم نے مسلمان کی تعریف شامل کرائی کہ مسلمان کون ہوتا ہے۔ اس سے پہلے تمام دساتیر میں یہ تھا کہ ملک کا صدر مسلمان ہوگا لیکن مسلمان کس کو کہتے ہیں۔ اس کی تعریف کیا ہے؟ یہ بات شامل نہیں تھی۔ ہم نے باقاعدہ حلف کے ذریعے سے مسلمان کی تعریف متعین کرائی۔ جو حلف نامہ صدر کو اٹھانا تھا اس میں شامل کرایا گیا کہ میں اللہ کی وحدانیت پر، حضور پرنور محمد مصطفیٰ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر، قرآن مجید اور اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں تھیں ان کے حق ہونے پر اور تمام ضروریات دین اور آخرت پر یقین رکھتا ہوں۔ اس قسم کی اہم باتوں کا اس میں ذکر تھا۔ جمعیت العلماء پاکستان نے اسی دستور میں قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہ بننے کی ضمانت بھی حاصل کی۔ اور یہ تمام قوانین کو سات برس کے عرصے میں کتاب و سنت کے مطابق تبدیل کر دیا جائے گا۔ یہ اہم باتیں ہم نے دستور میں منظور کرا دیں اور یہ دستور اسلامی اس لحاظ سے ہو گیا کہ

"STATE HAS TO DEFEND ISLAM"

یعنی جب اسلام ملک کا سرکاری مذہب ہو گیا۔ اب ملک کا فرض ہے کہ وہ اسلام کا دفاع کرتی رہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی پاکستان کی تاریخ میں۔ پاکستان اسلام کے نام پر ہی وجود میں آیا تھا۔ اب وہ چیز بنیادی طور پر مان لی گئی۔ لہٰذا اب آئندہ چل کر ہم کوٹہ سسٹم اور دیگر جو برائیاں ہیں ان کے خلاف جدوجہد کرتے رہیں گے۔ چونکہ بنیادی چیزیں دستور میں آ گئی تھیں اس لئے ہم نے دستخط کر دیئے تھے۔ صرف چار رکن تھے جنھوں نے اتنی باتیں اپنی منوالی تھیں۔ ۱۹۷۳ء کا دستور منظور ہوا۔ کوٹہ سسٹم کی میعاد ۱۹۸۲ء تک تھی۔ ۱۹۸۳ء میں کوٹہ ختم ہو جانا چاہیے تھا مگر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس کی میعاد ۱۹۹۳ء تک بڑھا دی۔ نومبر ۱۹۸۸ء میں عام انتخابات ہوئے۔ کراچی اور حیدرآباد کے حلقوں سے ایم کیو ایم کے چودہ ممبران منتخب ہوئے۔ ہم صرف چار قومی اسمبلی کے ممبران تھے۔ ایک پنجاب سے اور تین کراچی اور حیدرآباد سے۔ ہم چار تو پہلے کوٹہ سسٹم کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ یہ چودہ ایم این اے ہیں جو کوٹہ سسٹم کے نام پر، حقوق کے نام پر اور مہاجر قومیت کے نام پر منتخب ہو کر قومی اسمبلی میں گئے تھے۔ انہوں نے اسمبلی میں جانے سے پہلے پیپلز پارٹی سے ایک معاہدہ "معاہدہ کراچی" کے نام سے کیا۔ اس معاہدہ میں کوٹہ سسٹم کے مطالبہ سے دست بردار ہو گئے اور اس کو ۱۹۹۳ء تک مان لیا۔ قومی اسمبلی نے اس پر بحث بھی کی۔ باہر سے آ کر ہی کوٹہ سسٹم سے دست بردار ہو گئے۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے کیا کیا۔ وہ کیوں دست بردار

مسلم ممالک کی امن فوج تعینات کرکے افغانستان میں الیکشن کرایا جائے

جاتا ہوں۔ ہماری ایک تنظیم ورلڈ اسلامک مشن (دارالدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ) ہے۔ یہ خالصتاً ایک تبلیغی ادارہ ہے۔ اس کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے۔ کروڑوں مسلمان جو بیرونی ممالک میں غیر مسلم حکومتوں کے تحت اقلیت کی صورت میں رہتے ہیں، ان کے مذہبی، اخلاقی، تعلیمی مسائل، ان کے حل کے لئے مشورہ دینا۔ ان کے لئے مساجد بنانا، مدارس کھلوانا۔ ان کے تعلیم و تربیت کے نظام کو مربوط کرنا یہ سب کام ورلڈ اسلامک مشن کے ہیں اور اسی سلسلے میں باہر جانا پڑتا ہے۔ میں صرف تبلیغی کام کے لئے باہر جاتا ہوں۔ باہر میرا کوئی مکان نہیں ہے کراچی میں بھی نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ میں باہر جاکر کسی بنگلے میں ٹھہر جاؤں یا کسی خاص جگہ پر ٹھہرتا ہوں۔ بعض ملک ایسے ہیں جہاں میں ایک ہفتہ رہتا ہوں۔ بعض ملک ایسے ہیں جہاں دو ہفتے لگ جاتے ہیں۔ تبلیغی کام کیلئے تقاریر کیں۔ کام کو مربوط اور منظم کیا۔ مدارس نسبہ جو اور اسلامی مشن کالج کے پروجیکٹس ہیں انہیں سپروائز کیا کچھ ہدایات دیں اور واپس آگیا۔

س: جماعت اسلامی آخری دنوں میں ضیاء کی مخالف ہوگئی تھی۔ دینی جماعت ہے لیکن اس سے آپ کا اتحاد نہیں ہوتا جبکہ اصغر خان کی جماعت سیکولر پارٹی ہے اس سے اتحاد کیونکر ہوگیا؟

ج: جماعت اسلامی دینی جماعت نہیں ہے اس نے صرف دین کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ اسلام کو جماعت اسلامی نے بدنام و رسوا کیا ہے آج جو ہم کراچی یونیورسٹی میں بلوہ، قتل اور غنڈہ گردی کا رونا رو رہے ہیں اس کی ابتدا جماعت اسلامی نے کی۔ اس کا بیج جماعت اسلامی نے بویا ہے۔ ۱۹۶۵ء کے بعد سے جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ نے غنڈہ گردی، دھاندلی اور ہتھیاروں کے زور پر مختلف تعلیمی اداروں اور خاص طور سے جامعہ کراچی میں یونین کی نشستیں جیتی ہیں۔ آپ اخبارات کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیجئے جب سے اسلامی جمعیت طلبہ کراچی یونیورسٹی میں آئی ہے قتل کی مسلسل وارداتیں جامعہ میں ہوتی رہی ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں یہ وارداتیں بہت ہوئیں اور ان کے آخری دور میں رہی سہی کسر ایم کیو ایم نے پوری کردی۔ ان کے علاوہ اور بہت گروہ تنظیمیں بھی ہیں جو ہتھیاروں کی زبان میں بات کرتی ہیں جن کی ضیاء الحق سرپرستی کرتے رہے ان میں سے چند یہ ہیں۔ پی پی آئی بھی ہے۔ یہ سب نسل پرست دہشت گرد تنظیمیں ہیں جن کی مارشل لاء نے پوری طرح سرپرستی کی ہے جہاں تک ایئر مارشل اصغر خان صاحب کا تعلق ہے مجھے یقین ہے کہ وہ سیکولر ہیں لیکن میرے لئے انہیں سیکولر نہیں پایا وہ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں۔ ایک جماعت جو مکاری سے سیاست کے لئے اسلام کا نام استعمال کرے اس سے وہ سیکولر جماعت بہتر ہے جو سیاست کے لئے اسلام کا نام استعمال نہ کرے۔ ایسی جماعت سے اتحاد کرنا بہتر ہے اسی لئے ہم نے اصغر خان صاحب کی جماعت تحریک استقلال سے اتحاد کیا تھا۔

س: ۱۹۷۰ء سے لے کر اب تک آپ کی جماعت میں کتنی بار انتخابات ہوئے ہیں۔ آپ کے آئین میں ایک شخص کتنی بار صدر بن سکتا ہے؟

ج: جمعیت علمائے پاکستان میں ہر تیسرے سال انتخابات ہوتے ہیں ۱۹۷۳ء میں پہلا انتخاب ہوا اس میں، میں صدر منتخب ہوا۔ اس کے بعد تسلسل سے ہر تیسرے سال انتخاب ہوتا ہے اور ہمارے آئین کی صدارت کے لئے کسی میعاد کی پابندی نہیں ہے۔

س: جماعت اسلامی کی طرح پیر صاحب پگارا بھی جنرل ضیاء الحق کی غیر مشروط حمایت کرتے رہے ہیں لیکن آپ پیر صاحب سے ملتے ہیں جماعت اسلامی سے نہیں ایسا کیوں ہے؟

ج: جہاں تک پیر صاحب کا تعلق ہے انہوں نے اسلام کا لیبل اس طرح اپنے اوپر نہیں لگا رکھا ہے جس طرح جماعت اسلامی نے اپنے

> **کوٹہ سسٹم کی**
> **جمعیت نے بھرپور**
> **مخالفت کی تھی!**

چپکا رکھا ہے۔ پیر صاحب پگارا سے ہمارا دوسرا تعلق بھی ہے اور وہ روحانی تعلق ہے۔ پیر صاحب جنرل محمد ضیاء الحق کی حمایت اسلام کے نام سے نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی ذات کے حوالے سے کرتے تھے۔

س: بھارت نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر بہت واویلا مچا رکھا ہے۔ آپ کی نظر میں پاکستان کو ایٹمی دوڑ اور جدید اسلحہ کی تیاری میں داخل ہونا چاہئے یا نہیں؟

ج: پاکستان کو اپنے ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے میں پوری دیانت داری کے ساتھ عرض کروں گا کہ جمعیت علمائے پاکستان اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ ہم کو ایٹمی پروگرام پر عملدرآمد کرنا چاہئے اور ہر وہ ہتھیار بنانا چاہئے کہ جس سے ہم اپنے دشمن کو خوفزدہ کرسکیں۔ قرآن حکیم بھی یہی حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں آیت مبارکہ ہے

واعدوا لهم (تم اپنے دشمنوں کے لئے جس قدر ہوسکے تیار کرکے رکھو) ما استطعتم من قوة (جتنی بھی قوت تمہاری استطاعت میں ہو) قرآن مجید کے اس حکم کی روشنی میں دشمن کے مقابلے کے لئے تیاری ضرور ہونا چاہئے۔ ہر وہ وسیلہ بروئے کار لانا چاہئے جس کے ذریعے ہم اپنے دشمنوں کے دلوں پر ہیبت بٹھا سکیں۔

ترهبون به عدو الله وعدوكم (جس سے اللہ کے اور تمہارے دشمنوں

[illegible] ہندو دھاندلی تھی۔ ۱۹۷۱ء [illegible] ہے اور اس [illegible] پاکستان [illegible] ہندوستان [illegible] معمولی طور پر [illegible] کیا ہے کہ پاکستان کے خلاف [illegible] ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ [illegible] جماعت کی کوئی بھی حکومت کسی [illegible] کہ پاکستان کے متعلق ہندوستان [illegible] جبکہ پاکستان کے پاس ایٹم بم [illegible] کرتی رہے گی لیکن [illegible] معلوم ہوگیا کہ پاکستان کے پاس ایٹم بم ہے اس کے بعد ہم انہیں پاکستان پر [illegible] ہندوستان نے [illegible] ہے جس کو پاکستان سے [illegible] ہوا تھا۔ ہندوستان مقبوضہ کشمیر پر قابض ہے جبکہ [illegible] اور اصولی طور پر پاکستان کا حصہ ہونا چاہئے تھا۔ [illegible] کشمیری مسلمان ہیں اس اعتبار سے بھی اسے پاکستان کا حصہ ہونا چاہئے۔ ہندوستان نے مسلمانوں کی کئی [illegible] ریاست حیدرآباد دکن کو ہضم کرچکا ہے اور [illegible] مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنادیا۔ آج بھی ہندوستان کی دشمنی جاری ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو ہر وہ ہتھیار بنانا چاہئے کہ جس سے ہنود اور یہود کی سازش کو ناکام بنایا جاسکے ہمیں اس سلسلے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے ہمیں کسی کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے جبکہ [illegible] یہ ہماری خودمختاری اور ہمارے [illegible] کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہم سے پوچھے کہ ہم کیا کررہے ہیں کیوں کررہے ہیں؟

س: افغانستان کے بارے میں پاکستان کی موجودہ پالیسی سے کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟ آپ کی نظر میں اس مسئلے کا کیا حل ہے؟

ج: افغانستان کے بارے میں حکومت پاکستان کی جو موجودہ پالیسی ہے وہ تقریباً وہی ہے جو جنرل محمد ضیاء الحق کے دور سے چلی آرہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جنیوا معاہدے [illegible] کی روشنی میں ہمیں افغانستان کے مسئلہ کو حل کرنے کی جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ اس معاہدے کے تحت روسی فوجیں واپس چلی گئی ہیں۔ اب وہاں مسلمان ہیں جن کی آپس میں لڑائی ہے [illegible] اقوام متحدہ کی امن فوج وہاں موجود ہے [illegible] ہیں [illegible] افغانستان میں اقوام متحدہ [illegible] کو وسعت دی جائے [illegible]

خامہ انگشت بدنداں ہے!

مولانا مودودی نے اسلام کی تشریح میں مغربی دانشوروں کی پیروی کی،

مودودی نے رسول کریمؐ کو صرف ایک قاصد اور پیغام رساں تک محدود کر دیا (نعوذ باللہ)

اُن کی نظر میں کوئی بھی شخص جو اللہ کو پہچانے اور اسکی فرمانبرداری کرے نبی بن سکتا ہے" (نعوذ باللہ)

اسلام دراصل خود کو اللہ کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔ خود کو اللہ کے سپرد کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کی مخلوق کے حقوق اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات کے مطابق بحسن و خوبی ادا کیے جائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ادا ہوتے رہیں گے تو دنیا میں امن و سلامتی اور آخرت میں فلاح کے امکانات روشن رہتے ہیں۔ ان ہی بنیادی تعلیمات کی بنا پر اسلام سلامتی کا مذہب تصور کیا جاتا ہے۔ ویسے اسلام کے لغوی معنی بھی امن و سلامتی کے ہیں لیکن افسوس کہ چند مغربی مورخین نے حقائق سے آنکھیں بند کر کے ازراہِ تعصب یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے اسلام پر یہ الزام لگانے سے پیشتر کاش وہ قرآن پاک کی ان آیات پر بھی ایک نظر ڈال لیتے۔

۱۔ انما انت منذر

(اے رسولؐ) تو تو صرف خوف سے باخبر کرنے والا ہے۔

۲۔ انما علی رسولنا البلاغ المبین ٥

ہمارے رسولوں کا کام تو پیغام کو پہنچا دینا ہے۔

۳۔ فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر ٥

(اے رسولؐ) تو نصیحت کر کہ تو نصیحت کرنے والا ہے، ان پر داروغہ نہیں۔

۴۔ فان اعرضوا فما ارسلنک علیھم حفیظاً ان علیک الا البلاغ ٥

اگر وہ انکار کر دیں تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے، تیرا کام صرف پہونچا دینا ہے۔

الغرض قرآن پاک میں جگہ جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رسولؐ کا کام صرف پیغام پہونچانا ہے بزور مسلمان بنانا نہیں۔ اسلام کی تبلیغ کا بنیادی اصول لا اکراہ فی الدین ہے یعنی دین میں کوئی جبر روا نہیں۔ لیکن اہل مغرب کے چند مورخین نے یہ سب کچھ نظر انداز کر کے غزوات اور جہاد کو تبلیغ کی بنیاد بنا کر پیش کیا۔ اسی سلسلے میں انہوں نے غزوات و جہاد کے اسباب پر بھی نظر ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ غزوات اور جنگیں جارحیت کے نہیں بلکہ مدافعت کے تقاضوں کے تحت لڑی گئی تھیں۔ یہ کار رسالت کا حصہ نہیں بلکہ حالات کے تحت ان کی ضرورت پیش آئی اور پھر ان جنگوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل رہی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں یہ سب کامیابیاں ذیلی، ضمنی اور اتفاقی تھیں منصب رسالت کا لازمی جزو ہرگز نہیں۔

مغربی مورخین اور دانشوروں کی تشریحات کا تو خیر کوئی اپنا مقصد ہو سکتا ہے لیکن افسوس ان مسلمانوں پر ہوتا ہے جو مغربی لوگوں کی باتوں پر آنکھ بند کر کے ایمان لے آتے ہیں اور پھر اسلام کی تشریح و وضاحت اپنے مغربی رہنماؤں کے خیالات کی روشنی میں کرنے لگتے ہیں۔ ان لوگوں میں ہمارے مودودی صاحب بھی ہیں جنہوں نے مذکورہ آیات سے تو یہ مطلب نکالا کہ سرکار دو عالمؐ بھی عام انسانوں کی طرح ہیں البتہ ان پر وحی آتی ہے اور وہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہونچاتے ہیں مذکورہ آیات مبارکہ سے یہ مطلب نکالنا دراصل اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی تعلیمات طریقہ راسخہ سے حاصل نہ کی جائیں اور مغربی دانشوروں کو سند سمجھ کر قرآن و سنت کی تفسیر کی جائے مذکورہ آیات مبارکہ رسالت یا حقیقت نبوت سے متعلق نہیں ہیں بلکہ یہ صرف تبلیغ کی حدود کا تعین کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ تبلیغ میں جبر اور طاقت کا استعمال روا نہیں ہے۔ مگر ہمارے مودودی صاحب نے آیات کی روح تک پہونچنے کے بجائے صرف الفاظ کا سہارا لے کر رسول کریم کو صرف ایک قاصد اور پیغام رساں تک محدود کر دیا۔ (نعوذ باللہ)

مودودی صاحب اور وہ تمام حضرات جو انا بشر مثلکم کا سہارا لے کر حضورؐ کو دحی کے فرق کے علاوہ حضور کو عام انسان سمجھتے ہیں جو دراصل کنہ رسالت سے عدم واقفیت کی دلیل ہے اپنی اسی عدم واقفیت کا اظہار وہ جگہ جگہ کرتے ہیں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"حضرت ابراہیم ایک بت پرست کے گھر پیدا ہوئے۔ مگر انہوں نے خدا کو پہچانا اور اس کی فرمانبرداری کی اس لئے خدا نے ان کو ساری دنیا کا امام بنا دیا (خطبات صـ۳۹) اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم اس لئے نبی بن گئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور اس کی فرمانبرداری کی یعنی کوئی بھی شخص جو اللہ کو پہچانے اور اس کی فرمانبرداری کرے نبی بن سکتا ہے یہ غلط فہمی صرف ان لوگوں کو ہوتی ہے جو کنہ رسالت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ نبوت یا رسالت ذاتی تقویٰ، پرہیزگاری یا عبادت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ نبی عام انسانوں سے مختلف اور اعلیٰ ہوتا ہے حضرت امام غزالیؒ نے معارج القدس میں اس فرق کو واضح کرتے ہوئے بتایا ہے۔" نبوت انسانیت کے رتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر ہے۔ وہ عطیہ الٰہی اور موہبت ربانی ہے۔ سعی و محنت اور کسب و تلاش سے نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ

اللہ بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی پیامبری کا منصب بنائے۔

(سیرت النبی مولفہ مولانا شبلی و سلیمان ندوی صـ۱۴)

قرآن پاک کی روشنی میں حضرت امام کی تشریح سے معلوم ہوا کہ رسالت اور انسانیت میں وہی فرق ہے جو حیوانیت اور انسانیت میں ہے چنانچہ رسولؐ کو عام انسان سمجھنا حقیقت رسالت سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ "بشر مثلکم" سے مراد یہ ہے کہ رسولؐ میں وہ سب خصوصیات تھیں جو عام انسانوں میں ہوتی ہیں اور رسولؐ میں یہ خصوصیات رکھنا

باقی صفحہ (۵۰) پر

مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی سیٹ کھو دینا منظور کر لیا لیکن مسلم قومیت کو بلند رکھا!

[illegible] بعد قیام پاکستان سے لے کر اب تک کسی بھی عہدے پر فائز تھے مقررہ ٹریبونل کے سامنے حاضر ہو کر اپنے دور کی بدعنوانی کا حساب پیش کرنا پڑا۔ ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا گیا کہ اگر کوئی سیاست دان رضاکارانہ طور پر سیاست سے ریٹائرڈ ہو جاتا ہے تو وہ احتساب کے عمل سے بچ جائے گا۔ اس عمل سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ایوب خان سیاست دانوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنے اقتدار کو فروغ دینا چاہتے تھے اس مشن میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے اور اپنے سیاسی حریفوں سے کہیں آگے نکل گئے۔ ایوب خان نے صدر بنتے ہی اپنی کابینہ کا اعلان کیا۔ کابینہ کے ممبران یہ تھے :

۱۔ ذوالفقار علی بھٹو
۲۔ ایف ایم خان
۳۔ محمد شعیب
۴۔ حبیب الرحمٰن
۵۔ حفیظ الرحمٰن
۶۔ منظور قادر
۷۔ لیفٹیننٹ جنرل واجد علی برکی
۸۔ لیفٹیننٹ جنرل کے۔ ایم شیخ
۹۔ لیفٹیننٹ جنرل اعظم خان
۱۰۔ فضل القادر چوہدری
۱۱۔ عبدالقاسم خان

ان تمام ۱۹ سویلین وزراء کے علاوہ ملک میں کم و بیش تمام سیاسی شخصیات نے مارشل لاء کا خیر مقدم کیا۔ جماعتِ اسلامی ان جماعتوں میں سرِ فہرست تھی جنھوں نے مارشل لاء کو ایک "احسن اقدام" تصور کیا۔

ان میں ان فوجیوں کو نکال کر جو مارشل لاء کا حصہ تھے ہمیں اور آپ کو ان بے ضمیر سیاست دانوں کی طرف غور کرنا چاہیے جنھوں نے سب سے پہلے مارشل لاء کی بیساکھی بننا منظور کیا۔ یہی وہ لوگ تھے جن کی شہ پا کر افواج پاکستان نے اپنے ہی ملک کو فتح کیا۔

اسی زمانے میں ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے پاکستان کی حکومت کو دفتری حکومت سے تشبیہ دی جسے "بابو لوگ" چلا رہے تھے۔ ایوب صاحب نے آتے ہی رشوت خوروں، منافع خوروں، اسمگلروں اور بلیک مارکیٹروں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ حساب کتاب برابر کیا۔ اسمگلنگ عملاً ختم ہو گئی۔ رشوت خور اور بد دیانت افسروں کی اسکریننگ کی گئی، جس کے نتیجے میں ۱۳۳ افراد درجہ اول، دو سو افسران درجہ دوم اور تقریباً ۸۰۰ درجہ سوم کے ملازمین برطرف کر دیئے گئے۔

ایوب خان پر یہ ایک بہت بڑا الزام ہے کہ مہاجر افسر شاہی کے خلاف ایوب خان وہ پہلے صدر تھے جنھوں نے کوئی ایکشن لیا اور اس طرح مہاجروں پر ظلم کا آغاز کیا۔ میں اس الزام سے اتفاق نہیں کرتا۔ ایوب خان نئے نئے عہدے پر براجمان ہوئے تھے اور انھوں نے ملک کی سلامتی کی خاطر ان افسر شاہی کے کارندوں کے خلاف کارروائی کی تھی جو بے ایمانی اور ہوس کا مکمل پیکر بن چکے تھے۔ یہ بات درست ہے کہ ان میں زیادہ تر مہاجر ہی تھے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس عمل سے پہلے تک گروہی اور لسانی سیاست

ایوبؒ خاں نے کراچی سے
دارالحکومت تبدیل کر کے
کراچی اور حیدرآباد کے لوگوں کو
اپنے خلاف کر دیا

اتنی مقبول نہ تھی کہ ایوب خان کسی خاص طبقے کے خلاف کوئی کارروائی کرتے۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ اس اقدام کے بعد کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں جہاں مہاجروں کا کنٹرول تھا، بڑے پیمانے پر

ایوب خان کے خلاف جذبات مشتعل ہوئے۔

ایوب خان نے اگر مہاجر افسر شاہی کے ساتھ زیادتی کی تھی تو ان کا مہاجروں پر ایک بہت بڑا احسان بھی ہے انھوں نے جنرل اعظم خان کے توسط سے بے گھر مہاجرین کے لئے ۶ ماہ کے قلیل عرصے میں دس ہزار سے زائد کوارٹر کورنگی کے علاقے میں تعمیر کرائے۔

ان کاموں کے علاوہ ایوب خان نے جن اصلاحات کا اعلان کیا وہ یہ تھیں :

۱۔ لینڈز ریفارم
۲۔ مہاجرین کی بڑے پیمانے پر آبادکاری
۳۔ خودمختار خارجہ پالیسی
۴۔ اقتصادی ریفارم
۵۔ ۱۹۶۲ء کے نئے آئین کا نفاذ اور مارشل لاء کا خاتمہ۔

مارشل لاء کے ایک سال بعد فوج نے محسوس کیا کہ عوام سے ان کا رابطہ کچھ کمزور ہو رہا ہے لہٰذا ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو بنیادی جمہوریت کا نفاذ ہوا۔

بنیادی جمہوریت (BASIC DEMOCRACY)

ہماری سیاسی تاریخ کی ایک اہم متنازعہ مسئلہ رہی ہے۔ اس کی حیثیت وہی ہے جو حال ہی میں منعقد ہونے والے جنرل ضیاء الحق کے ریفرنڈم اور غیر جماعتی انتخابات کی تھی بنیادی جمہوریت کا تصور نہ تو ایوب خان کا تھا اور نہ منظور قادر صاحب کا بلکہ یہ ریفارم لارڈ جارج فریڈرک سیموئل رابنس رپین نے برصغیر کے لاچار اور بے کس عوام کو بہلانے کے لئے لیا تھا۔ اس وقت رابنس صاحب ہندوستان کے وائسرائے تھے۔ وہ اس عہدہ پر ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک براجمان رہے۔ یہ پنچلی درجہ کے سیاسی ادارے آج بھی پاکستان کے بعض علاقوں میں رائج ہیں اور انھیں "گرام سدھار" کہتے ہیں۔ یہ نظام مشرقی یورپ کے بھی بعض حصوں میں رائج تھا۔ دسمبر ۱۹۵۹ء میں بنیادی جمہوریت کے نظام کے تحت انتخابات ہوئے اور صدر ایوب ان اراکین کا ووٹ حاصل کر کے پاکستان کے مستقل صدر بن گئے۔ بنیادی جمہوریت کے متعلق ٹائم میگزین نے اپنے ۹ مارچ ۱۹۶۲ء کے اداریے میں لکھا :-

MOST OF THE WORLD'S NEWLY INDEPENDENT NATIONS LACK THE TRADITION AND THE TRAINING TO MAKE DEMOCRACY WORK. YET SUCH IS THE MAGIC ON WORLD THAT DISASTERS USE TO JUSTIFY THEIR OWN BRAND OF ONE MAN RULE.
INDONESIA'S SOEKARNO AND NEPALS

مولانا مودودی نے الیکشن میں فاطمہ جناح کا یہ کہہ کر ساتھ دیا کہ بڑے شیطان کے مقابلے میں چھوٹے شیطان کا ساتھ دے رہے ہیں

MAHENDRA CALL IT "GUIDED DEMOCRACY" GUINEA'S TOUR HAS "TOTAL DEMOCRACY" EGYPT'S NASIR HAS "PRESIDENTIAL DEMOCRACY". THE STRONG MAN MOST ENTITLED TO CLAIM DEMOCRACY AN "ESSENTIALLY DEMOCRATIC SYSTEM" MAY BE PAKISTAN'S BENEVOLENT DICTATOR PRESIDENT MOHD AYUB KHAN. HIS CATCH PHRASE IS "BASIC DEMOCRACY".

ایوب خان نے بنیادی جمہوریت کے ذریعے ملک کو اپنی طرز کی سیاست دینے کی کوشش کی لیکن بنیادی جمہوریت ہمیشہ ایک متنازعہ سا معاملہ رہی ہے اور ایوب خان خود اس کا دفاع نہ کر سکے۔ دوسری بڑی تبدیلی جو انہوں نے بندوق کی نوک پر کی وہ دارالحکومت کی تبدیلی تھی۔ مہاجرین ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی میں اس لئے آباد ہوئے تھے کہ یہ پاکستان کا دارالحکومت تھا۔ مہاجرین نے جن کا زیادہ تر یو پی سے تعلق تھا پاکستان کے ابتدائی دنوں میں نہایت کسمپرسی کے عالم میں پاکستان کی انتظامیہ اور دفاتر کو چلایا۔ اس وقت اس مملکت خداداد کے پاس نہ قلم تھا نہ دوات۔ ٹوٹی پھوٹی کرسیوں اور زنگ آلود الماریوں پر گزارا کر کے ان افراد نے اس وطن کی بنیادیں مضبوط کی تھیں۔ مہاجرین اکثر یو پی کی اکثریت نے پاکستان کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ان افراد کی روزی اور روٹی دارالحکومت ہی سے وابستہ تھی۔

مہاجرین کے وہ قافلے جو کھوکھراپار کے راستے کراچی آئے سب یہیں وابستہ ہو چکے تھے۔ دارالحکومت کی حیثیت سے کراچی میں کاروبار اور ملازمتوں کے بیش بہا مواقع موجود تھے لہٰذا جو بھی نقل مکانی کر کے ہندوستان سے پاکستان آیا وہ کراچی کا ہو کر رہ گیا سوائے ان افراد کے جو مشرقی پنجاب کے تھے ان لوگوں نے مغربی پنجاب ہجرت کی اور وہیں کے ہو رہے۔ بنگالی مسلمانوں کی نظر میں ڈھاکہ کو دارالحکومت بنانا چاہئے تھا لیکن کراچی بھی ان کے لئے قابل قبول تھا۔ وہ غریب بنگالی جو کراچی آنا چاہتے تھے سمندری جہازوں کے ذریعے کم کرایہ دے کر یہاں پہنچ جاتے تھے۔ کراچی کی آب و ہوا بھی معتدل تھی خصوصاً بنگالیوں کے لئے۔ ایک دفعہ زیروی کی اطلاع مری میں ملا یا گیا کو مشرقی پاکستان کے اکثر نمائندے پہلے ہی دن بیمار پڑ گئے۔ قائداعظم اور آئین ساز اسمبلی نے کراچی کو دارالحکومت بنانا تھا۔ ان کے اس فیصلے کو اٹل سمجھتے ہوئے کسی بھی حکمران کو یہ جرأت نہیں کرنی چاہئے تھی کہ دارالخلافہ تبدیل کیا جاتا لیکن ایوب خان نے یہ جرأت کی۔

دارالحکومت کی منتقلی کیوں ہوئی کسی کو یہ نہیں معلوم ہو رہا تھا

وسائل کے باوجود یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ایک بسے بسائے دارالحکومت کو کیوں اجاڑ دیا گیا اور اربوں روپے خرچ کر کے ایک نیا اسی کیوں بسایا گیا۔ بعض افراد نے کہا کہ کراچی کی آب و ہوا صحت کے لئے مضر ہے لہٰذا سے تبدیل کرنا چاہئے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں سمندر پاس ہے کراچی میں بارش نہیں ہوتی۔ سرحد اور پنجاب کے بعض اعلیٰ حکام نے یہ مشورہ دیا کہ کراچی بہت دور ہے یہاں پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے غرض یہ کہ جتنے منہ اتنی باتیں سامنے آئیں۔

میرے خیال سے کراچی کو بحیثیت دارالحکومت ختم ، نا ممکن کو ختم کرنا خاص اس نتیجے پر اس سے پہنچا ہوں کہ

شیطان پھر بھی شیطان ہی ہے چاہے چھوٹا ہو، یا بڑا ۔!

کراچی میں جو مہاجرین آباد تھے وہ تمام صوبوں کے افراد سے زیادہ سیاسی طور پر باشعور تھے ان میں زیادہ تر کا تعلق یو پی سے تھا جو سیاست کا اولین گڑھ تھا مسلم لیگ ۱۹۲۰ء کے بعد

ختم ہو چکی تھی ایک طرف علامہ اقبال اور سر محمد شفیع کا گروپ تھا تو دوسری طرف قائداعظم محمد علی جناح کا۔ قائداعظم اس گروہ بندی سے تنگ آ کر برطانیہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ کانگریس قائد کی اس غیر موجودگی میں میدان سیاست پر چھا گئی۔ مسلمانوں کی کوئی آواز اتنی طاقتور نہ رہی کہ ایوان سے ٹکرا سکتی۔ ایسے مایوس کن دور میں نوابزادہ لیاقت علی خان آگے بڑھے اور مسلم لیگ کے پرچم تلے مسلمانوں کو جمع کرنے کی سعی کرنے لگے۔ انہوں نے قائداعظم کو خط لکھا اور واپسی کی درخواست کی۔ اس عرصے میں لیاقت علی خان نے یو پی کا تفصیلی دورہ کیا اور یو پی کے مسلمانوں کو خوب جوش و خروش سے جگا کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ اس بات کا اعتراف اس وقت کے تمام سیاستدانوں اور دانشوروں نے کیا ہے۔ چاہے وہ ولی خان ہوں یا غفار خان۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں نے سب سے پہلے پاکستان کی آواز کو سنا اور قبول کیا۔ جذبۂ ایمانی اور محبت ملت یو پی کے مسلمانوں میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ ان لوگوں نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ جس پاکستان کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں وہ ان کی دھرتی پر نہیں بلکہ پنجاب اور سندھ میں بنے گا۔ بس ایک ہی دھن تھی کہ پاکستان بن جائے چاہے وہ سندھی بلوچی پٹھان یا پنجابی کا ہی کیوں نہ ہو مگر ہو ضرور۔ ہندو ذہنیت کو صحیح طور پر وہی محسوس کر سکتا ہے جو ہندو اکثریت کے ساتھ رہتا ہے۔ پنجاب اور سندھ میں بھی ہندو موجود تھے لیکن اکثریت مسلمانوں کی تھی جب کہ یو پی اور ہندوستان کے دیگر صوبوں میں ایسا نہ تھا کانگریس جب مسلمانوں کو نمائندگی دینے پر تیار ہوئی تو یہی فیصلہ ہوا تھا کہ ہر صوبے میں ۵۰ فی صد نمائندگی مسلمانوں کو ملے گی۔ اس طرح پنجاب اور سندھ ہمیشہ گھاٹے میں رہتے جہاں مسلمانوں کی آبادی ۷۰ سے ۸۰ فی صد تک تھی۔ جب بہار اور یو پی کے مسلمان خسارے میں تھے جن کی آبادی ۱۳ سے ۲۰ فی صد تک تھی۔ اگر یہ مسلمان جو آج کراچی کے مہاجر کہلاتے ہیں خود غرض اور لالچی ہوتے تو پاکستان کا مطالبہ چھوڑ کر یہ فیصلہ منظور کر لیتے لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا لیکن پاکستان کو حقیقت بنا کر دم لیا۔

جب پاکستان بن چکا تو ان میں سے بہت سے بزرگ جو پڑھے لکھے اور ذی فہم تھے پاکستان منتقل ہو گئے۔ سندھ کے بہت سے قائدین دہلی جا کر ان حضرات کو سندھ میں آباد ہونے کی دعوت بھی دے آئے تھے اور سندھ کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے ان کی مدد بھی چاہتے تھے۔ چنانچہ بہت سے مہاجرین نے اپنے آباؤ اجداد کی قبروں اور جائیدادوں کو خیرباد کہا اور کراچی کا رخ کیا۔ جب وہ یہاں پہنچے تو ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ سندھی بھائیوں نے دل کھول کر خاطر تواضع کی۔ اندرون سندھ زمینیں الاٹ کی گئیں۔ کلیم کے ذریعے ان لوگوں کو جائیدادیں عطا کی گئیں۔ بقصہ مختصر یہاں آنے کے بعد یہ تمام بزرگ کراچی میں رہائش پذیر ہوئے۔ ایوب خان نے دارالخلافہ کراچی سے ہٹا کر کراچی اور حیدرآباد کے لوگوں کو اپنے خلاف کر لیا اور اس کے ساتھ ہی ... کو

بھی ان لوگوں کی نظر میں معتوب ٹھہرایا۔ کراچی اسی دن سے ویرانے میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا جس دن سے اس عروس البلاد کے سر سے دارالحکومت کا تاج اتارا گیا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں دینی سیاسی جماعتوں کو یہ کہہ کر ہرا دیا گیا کہ یہ مہاجر حقوق کا تحفظ نہیں کر پائیں۔ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ مہاجر حقوق کے نام پر کلی طور پر کامیاب ہونے والے نمائندے جو قومی اور صوبائی اسمبلی میں مہاجروں کی مکمل نمائندگی کرتے ہیں، کراچی کو دوبارہ دارالحکومت بنانے کی تجویز نہ تو معاہدۂ کراچی میں منظور کرواتے ہیں اور نہ ہی قومی اسمبلی میں کوئی قرارداد پیش کرتے ہیں۔

۱۹ ستمبر ۱۹۶۰ء کو وزیراعظم ہندوستان پنڈت جواہر لال نہرو پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس کے مطابق دریائے سندھ، جہلم اور چناب کا پانی پاکستان کے حصے میں اور راوی ستلج اور بیاس کے دریا ہندوستان کی تحویل میں چلے گئے۔ معاہدے کی رو سے پاکستان پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے "تربیلا ڈیم" اور "منگلا ڈیم" تعمیر کرے گا۔ ۱۹۶۲ء کے وسط میں صدر ایوب نے ایک سیاسی پارٹی بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت انہیں مسلم لیگ ہی ایک ایسی پارٹی نظر آئی جس کو اغوا کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا افضل القادر چوہدری، مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اور محمد علی بوگرہ کی زیرنگرانی اس ٹوٹی پھوٹی جماعت کے احیاء کے لئے ایک کونشن منعقد ہوا۔ اس میں چوہدری خلیق الزماں کو صدر اور ذوالفقار علی بھٹو کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔

چوہدری صاحب کی شخصیت سے کون واقف نہیں، قائداعظم کے گورنر جنرل بننے کے بعد آپ کو مسلم لیگ کا صدر بنایا گیا۔ یہ ۱۹۴۸ء کی بات ہے۔ چوہدری خلیق الزماں کا تعلق یوپی (لکھنؤ) سے تھا مسلم لیگ کو وہاں منظم کرنے میں آپ نے نواب اسماعیل اور لیاقت علی خان کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد جب آپ کو مسلم لیگ کا مرکزی صدر بنایا گیا تو آپ نے جوڑ توڑ کی سیاست کا آغاز کیا۔ صوبائی معاملات میں بے جا مداخلت کی اور صوبائی گروہ بندی کو فروغ دیا۔ نواب ممدوٹ کے مقابلے میں دولتانہ کو، پیر الٰہی بخش کے مقابلے میں کھوڑو مرحوم کو اور پیر صاحب مانکی شریف اور لونڈ خور کے مقابلے میں خان عبدالقیوم خان کو سپورٹ کیا گیا انتخابات سے پہلے صرف اپنی پسند کے افراد کو ٹکٹ کا فارم دیا گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود آپ اور آپ کے حواری تو مسلم لیگ کے کرتا دھرتا بن گئے۔ لیکن نواب ممدوٹ، پیر صاحب مانکی شریف اور لونڈ خور جیسے فعال مسلم لیگی رہنما مسلم لیگ سے الگ ہو گئے اسی دور سے مسلم لیگی عوام پارٹی کم اور حکومتی پارٹی زیادہ نظر آنے لگی یہ حسرت کن اور حوصلہ افزا بات یہ تھی کہ کراچی کے مہاجرین نے اپنے ہی ایک پرانے قائد کو جب یہ کھیل کھیلتے ہوئے دیکھا تو پاکستان اور جمہوریت کی خاطر انہوں نے مہاجر یا غیر مہاجر کی پرواہ کئے بغیر چوہدری صاحب کے گھر کے سامنے ان ہی کے خلاف بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس سے بوکھلا کر چوہدری خلیق الزماں مسلم لیگ کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔

اب کوئی دس بارہ سال بعد دوبارہ ایسے ہی شخص کو جس کا سیاسی کردار مشکوک رہا ہو۔ مسلم لیگ کا صدر بنانا حکمران طبقے کی نیتوں کا فتور ظاہر کرتی ہے۔

اندرونی طور پر اپنے آپ کو مستحکم کرنے کے بعد صدر ایوب نے بیرونی ممالک کا دورہ کیا۔ اور پاکستان کے وقار کو بلند کیا۔ آپ ہی کے زمانے میں پاکستان صنعتی ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس ترقی کا فائدہ مزدوروں کے بجائے سرمایہ داروں کو پہنچنے لگا جس کی وجہ سے غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہوتے گئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایوب خان ہی کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے کسانوں اور مزدوروں نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اشتراکی قوتوں کا ساتھ دیا۔

ایوب خان کے زوال کا وقت ابھی دور تھا لیکن ان کے اپنے صاحبزادے اس کہانی کا آغاز کر چکے تھے۔ گوہر ایوب فوج کی نوکری چھوڑ کر اپنے خسر لیفٹیننٹ جنرل حبیب اللہ کے ساتھ مل کر گندھارا انڈسٹریز کا افتتاح کر چکے تھے۔ جنرل افتخار پی آئی ڈی سی کے چیئرمین کا عہدہ سنبھال چکے تھے۔ انہی کی سربراہی میں سندھ کے بیراجوں کی زمین فوجیوں میں تقسیم کی گئی اور یہ مسئلہ آج تک سندھ کی محرومیوں کا ایک حصہ ہے۔ ملک سے مارشل لاء کو جلد ہی ختم کر دیا گیا اور ایوب خان اب مکمل طور پر افسر شاہی اور سیاستدانوں کے رحم و کرم پر تھے۔ اس بات کا انکشاف بہت بعد میں ہوا کہ جن افسر شاہی کے کارندوں کو ایوب خان نے آتے ہی نکالا تھا ان کی اکثریت دیانتدار تھی اور جو افسر بددیانت تھے وہ حکومت میں موجود تھے۔ ان افسروں نے رشوت کو بے انتہا فروغ دیا اور ستم اس بات کا ہے کہ فوجی افسر بھی پہلی مرتبہ اس لعنت کا شکار ہوئے۔ اس سلسلے میں نوائے وقت لاہور نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو اپنے اداریے میں یہ انکشاف کیا کہ وزیر صنعت جناب ابوالقاسم خان نے خود اعتراف کیا ہے کہ ان کی فیکٹری کا اسٹاف ایکسائز ڈیوٹی کا چالان داخل کرتے وقت رشوت دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔

اسی دوران جناب ذاکر حسین جو محکمہ پولیس کے اعلیٰ افسر تھے مشرقی پاکستان کے گورنر جنرل بن جاتے ہیں۔ ان کی گورنری کے زمانے میں حسین شہید سہروردی کو گرفتار کر کے غدار کہا جاتا ہے جب آپ ضمانت پر رہا ہوتے ہیں تو آپ پر غداری کا مقدمہ چلا کر آپ کو ملک بدر کر دیا جاتا ہے اور پردیس میں آپ داعی اجل کو لبیک کہہ دیتے ہیں۔ سہروردی صاحب کے سیاسی نائب شیخ مجیب الرحمٰن کو اسی زمانے میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجیب الرحمٰن اس زمانے تک اتنے مشہور نہ تھے لیکن ان کو گرفتار کر کے نادانستہ طور پر ان کی شہرت میں جو اضافہ کیا گیا اس کا نتیجہ جلد ہی سامنے آ گیا۔ مجیب الرحمٰن کو جیل میں سختیاں دی گئیں جس کی وجہ سے انہیں حکومت پاکستان سے نفرت ہو گئی اور یہیں سے ان کے باغی ذہن کی پرورش شروع ہوئی۔ ذاکر حسین صاحب ایک پولیس افسر تھے اور گورنری ان کے بس کی بات نہ تھی۔ جنگ کراچی نے ۲۲ فروری ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع کی کہ ذاکر حسین صاحب کی اہلیہ کے نام محکمہ سیٹلمنٹ نے ایک بنگلہ ٹرانسفر کر دیا۔ حالانکہ اس بنگلے کے مکین مسٹر نورانی نے اس کے ٹرانسفر کے لئے باقاعدہ ۸-C-۸ فارم داخل کیا تھا مگر ان کی درخواست ردی کی ٹوکری کی نذر کر دی گئی اور بیگم صاحبہ اس بنگلے کی مالک بن بیٹھیں۔

۱۹۶۲ء تک صورتحال یہ تھی کہ بہاری اور بنگالی عوام صدر ایوب کے حد درجہ مخالف ہو چکے تھے۔ یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو نیا آئین نافذ ہوا اس میں سارے اختیارات صدر کی ذات میں مرکوز تھے۔ اس آئین کے تحت مشرقی پاکستان کو اقتصادی نقطہ نظر سے ترجیح دی گئی تھی۔ جناب غلام فاروق ان دنوں وہاں کے گورنر تھے۔ وہ عوام سے کٹے رہے اور جلد ہی عوامی مظاہرے نے ان کی چھٹی کرا دی۔ ان کے بعد عبدالمنعم خان کو وہاں کا گورنر بنایا گیا آپ موصوف میمن سنگھ کے ایک ادنیٰ درجہ کے وکیل تھے اور متعدد الیکشن ہار چکے تھے۔ ایوب خان کی بنیادی جمہوریت کے دور میں آپ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور مرکز میں وزیر رہے یہیں سے ان کو گورنری سونپی گئی منعم خان حالانکہ بنگالی تھے لیکن عوام ان سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ڈھاکا ان دنوں مظالم کا گڑھ بن چکا تھا۔ انہی دنوں مولانا بھاشانی نے ایک مسلمان عالم ہوتے ہوئے "SONS OF THE SOIL" کا نعرہ لگایا یہیں سے بنگالیوں اور بہاریوں کے درمیان خلیج میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہزاروں بہاری خاندان صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔

دراصل مولانا بھاشانی نے اسلام کی تعلیمات کو سمجھا ہی نہ تھا ورنہ وہ ایسی فاش غلطی نہ کرتے۔ ایک طرف تو انہوں نے یہ نعرہ لگایا اور دوسری طرف حکومت کی ایماء پر چین کا دورہ بھی کیا اور انتخابات میں پہلے وہ COP کے ساتھ تھے لیکن بعد میں ایوب خان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اگر تاریخ کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا بھاشانی نے علماء سو کا کردار ادا کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ "مسلم قومیت" کے تصور کو اجاگر کرتے انہوں نے لسانی اور عصبیت پرست تنظیموں کا ساتھ دیا بلکہ خود عصبیت کو فروغ دیا۔ ایک طرف حکومت سے ملتے رہے اور دوسری طرف لسانی فسادات کراتے رہے۔ اگر تاریخ پر نظر دوڑائی جائے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو جاتی ہے ایسے ہی ایجنٹ ہر دور میں موجود تھے جو آمرانہ طرز حکومت کی بقا کے لئے لسانی ہنگامے کراتے رہے تاکہ لوگ آپس میں لڑتے رہیں اور جمہوریت کی فکر چھوڑ دیں۔ یہی کھیل جنرل ضیاء کے دور میں غوث علی شاہ کے ذریعہ سندھ میں کھیلا گیا، مہاجر

باقی صفحہ (۴۲) پر

بڑے پیمانے پر لسانی اور گروہی اختلافات

مہاجر قومی موومنٹ کے وجود میں آنے کے بعد شروع ہوئے!

صوبہ سندھ کی صورتحال روز بروز تشویشناک ہوتی جارہی ہے آگ لگانے والوں نے ایسی آگ لگائی ہے جو بجھنے کو نہیں آتی آئے دن قتل وغارتگری کا بازار گرم رہتا ہے۔ سیکڑوں جانیں لقمۂ اجل بن چکیں۔ پچھلے کئی سالوں سے سندھ کے اخبارات میں فسادات، لوٹ مار، قتل وغارتگری کی خبریں نمایاں رہتی ہیں۔ کراچی اور حیدرآباد میں یہ سلسلہ اسی وقت سے شروع ہوا جب سے زبان کی بنیاد پر کام کرنے والی ایک تنظیم نے مہاجر قومی موومنٹ کے نام سے پہلا جلسہ عام اگست ۱۹۸۵ء نشتر پارک میں کیا۔ ویسے تو سندھ میں لسانی اور گروہی بنیادوں پر دوسری تنظیمیں پہلے سے کام کررہی تھیں جن میں جئے سندھ تحریک نمایاں تھی جس کی سرپرستی روز اول سے جی ایم سید اور ان کے قبیل کے لوگ کررہے تھے۔ اندرون سندھ ڈاکوؤں اور تعلیمی اداروں میں طلباء پر انہیں لوگوں کا کنٹرول تھا تعلیمی اداروں میں لسانی بنیاد پر بالخصوص جامشورو سندھ یونیورسٹی میں خونی فسادات ہوتے رہتے تھے۔ یہ تو سننے میں آتا تھا کہ قوم پرست سندھیوں نے غیر سندھیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ غیر سندھیوں کا داخلہ یونیورسٹی میں بند ہوگیا ہے۔ لیکن جس بڑے پیمانے پر لسانی اور گروہی اختلافات مہاجر قومی موومنٹ کے وجود میں آنے کے بعد شروع ہوئے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

شہروں میں اس قسم کی تحریک کی ہمنوائی شروع شروع میں بابائے قومیت جی ایم سید اور ان کے ہمنوا بزرگوں نے دل کھول کر کی۔ اور مہاجروں کے بابائے قومیت الطاف صاحب کی پیٹھ ٹھونکی۔ الطاف صاحب اور ان کے مہاجر دانشوروں ہی نے جی ایم سید صاحب کا یوم ولادت کراچی میں پہلی دفعہ بڑے زور شور سے منایا جہاں اسلام اور پاکستان کے خلاف بھی دل کھول کر نعرے لگانے والوں نے نعرے لگائے۔ اور شائد مہاجرین مادر وطن کے ڈونگرے برساتے رہے۔ کچھ نا عاقبت تماشائی بنے رہے۔ لیکن اب یہ قوم پرست تنظیمیں ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں۔ بالخصوص ۱۹۸۸ء کے انتخاب کے بعد سندھ میں جئے سندھ تحریک اور مہاجر قومی موومنٹ آپس میں نبرد آزما ہیں۔ ادھر پیپلز پارٹی کی حکومت آنے کے بعد پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن نے بھی اودھم مچا رکھا ہے۔ کراچی اور حیدرآباد میں حالیہ خونی فسادات، انہیں دونوں کی چپقلش سے رونما ہوئے ہیں اور اب تو اندرون سندھ جئے سندھ طلباء تنظیم اور پی ایس ایف بھی آپس میں نبرد آزما نظر آرہے ہیں۔

ہندوستان سے آئے ہوئے افراد کی اولاد نے بقول ان کے اپنی شناخت کرانے کے لئے خود کو مہاجر کہنے لگے ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اب تک ہندوستان سے آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور پاکستان کا ہی اولین تصور کیا جاتا تھا لیکن جب سے الطاف صاحب اور ان کے رفقاء اور ان کے دانشوروں نے قومیت کا نظریہ پیش کیا ہوکر اپنے حقوق کے حصول کے لئے اپنی الگ شناخت کرانی شروع کی ہے انہیں دہشت گرد اور متعصب تصور کیا جانے لگا ہے یہ بھی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ جب سے قومیت کا مذہب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

محمد احمد صدیقی

شہرِ وفا کی تباہی

تین برسوں میں دو ہزار افراد کو ڈاکوؤں نے اغوا کیا

ریلوے حکام کو اب کیوں ہوش آیا؟

اتفاق فاؤنڈریز کی وجہ سے ریلوز کو دو لاکھ روپے یومیہ کا نقصان ہوتا تھا!

ناکام ہے۔ بارشیں شروع ہو چکی ہیں اور اس سال زیادہ بارشوں
کی پیش گوئی کی گئی ہے جب بارشیں زیادہ ہوں گی تو سیلاب کا
بھی مسئلہ ہے۔ حکومت پنجاب کا فرض تھا کہ وہ محکمہ بحالی سے
رابطہ ہو چکنے تک، انکا میٹر بھی حفاظتی بند کی تعمیر کے کام کو جاری
شروع ہو سکے پہلے لیکن کراچی مگر گیارہ ماہ گزرنے کے بعد بھی یہ
بھی کام جو کہ انسانی جانوں کو زیاں سے بچانے کیلئے ضروری تھا پورا
نہ ہو سکا۔ بند کے دونوں طرف آباد لوگ احساس تحفظ کے سمت
پریشان ہیں حکومت پنجاب کی انتظامی گرفت کی کمزوری سے فائدہ
اٹھا کر یہ تمام زمانہ بھتہ ڈاکو گروپ پنجاب میں پھر سرگرم عمل ہو گیا
ہے۔ بہاولپور سے ایک اندوہناک سانحہ کی اطلاع ملی ہے
ایک چوکیدار برکت مسیح کو ہلاک اور تین افراد کو کشتہ کر کے
شدید زخمی کر دیا گیا ہے ایک دوسری اخباری اطلاعات کے مطابق
پنجاب میں چھ ماہ کے مختصر عرصہ میں ۹۷۲۰ جرائم کی وارداتیں
ہوئی ہیں۔ گجرات میں بھٹہ مالکان کے جبر و تشدد کے خلاف بھٹہ
مزدور ۲۵ جولائی کو خود سوزی کی مہم شروع کرنے والے ہیں۔

پنجاب کے صوبے میں لاقانونیت کا دور دورہ ہے مگر پنجاب
کا نیرو چین کی بنسی بجا رہا ہے۔ وہ تو مرکز سے الجھنے کے سوا اور
کوئی کام نہیں دے رہا ہے۔ مارشل لاء کی یہ باقیات پھر سے
ملک میں مارشل لاء لگوانا چاہتی ہے۔ کیونکہ جمہوریت کا موسم
مارشل لاء میں پلنے بڑھنے اور پرورش پانے والے کانٹوں بھرے
پودے کو راس نہیں آ سکتا۔

صوبائی خود مختاری کے نام پر مرکز گریز رجحانات کو پنجاب میں
تقویت دی جا رہی ہے۔ ایسے بیانات دیئے جا رہے ہیں جو
سراسر ملکی مفاد کے خلاف ہیں۔ ہر قسم کی مصالحتی کوششوں
کو کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر سبوتاژ کر دیا جاتا ہے وزیر اعظم بینظیر بھٹو
نے صوبہ اور مرکز میں خیر سگالی کے جذبات پیدا کرنے کے لئے ایک
ظہرانے کا اہتمام کیا تھا مگر نواز شریف نے مفضل حق کی گرفتاری
پر برہم ہو کر اس ظہرانہ میں شرکت سے انکار کر دیا۔

نواز شریف اقتدار میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ
ان کو کسی دستور کا لحاظ ہے اور نہ وفاق کی سالمیت کا۔ انہوں نے یہ
تمیز کرنا بھی چھوڑ دیا ہے کہ صوبائی خود مختاری کہاں ہے اور وفاق کے
تحت کون کون سے محکمے ہیں۔ ان کے پریس سیکرٹری حسین حقانی نے
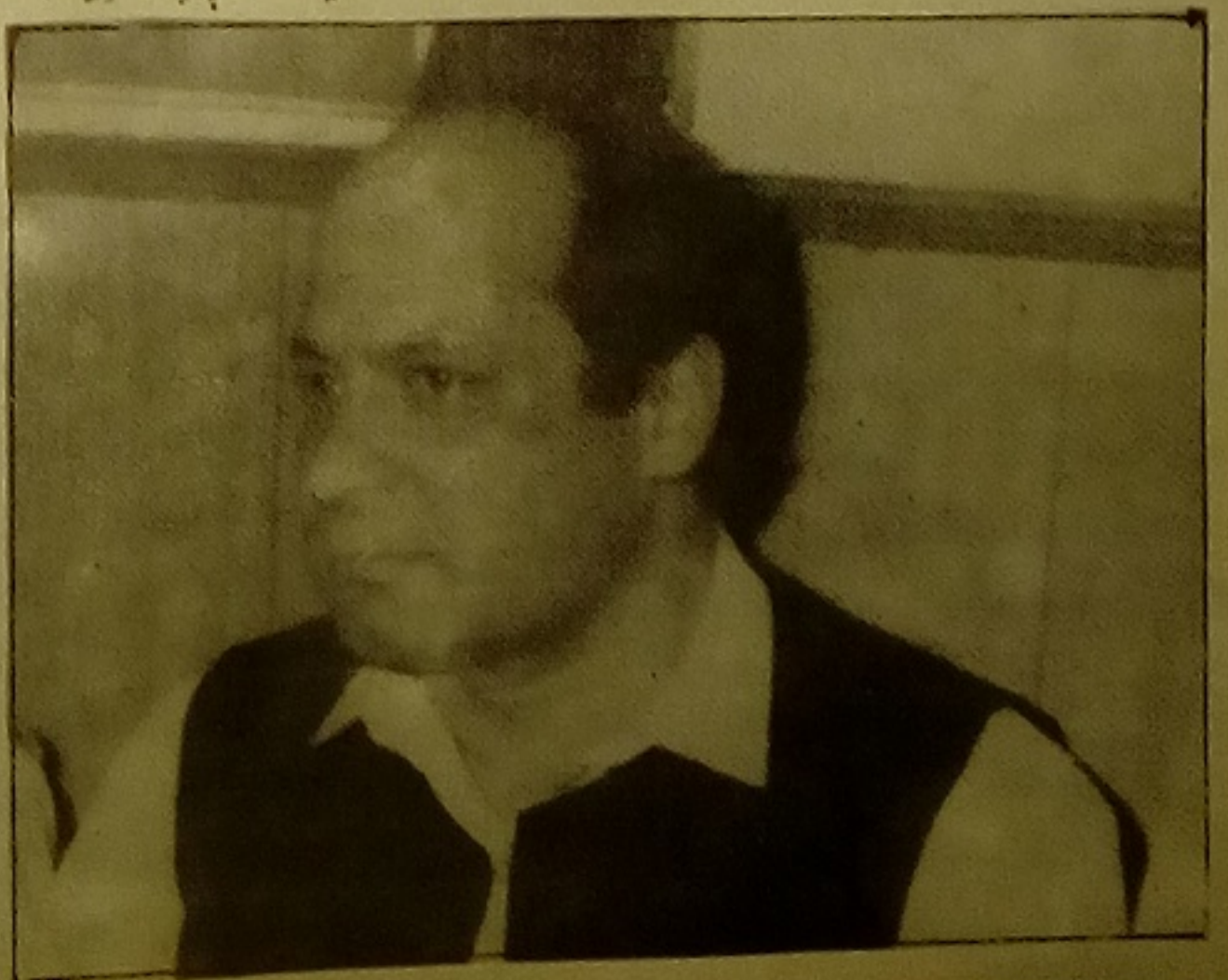
یہ منطق پیش کی کہ پنجاب کا اپنا ریزرو بینک ہوگا۔ ظاہر ہے کوئی ہوشمند
انسان اس طرح کی باتیں نہ سوچ سکتا ہے اور نہ ہی کہہ سکتا ہے۔
وفاق کے زیر اہتمام مالیاتی مواصلاتی، امور خارجہ وغیرہ جیسے اہم
کام ہیں۔ سب سے پہلے نواز شریف ہی نے پنجاب بینک قائم کرنے
کی دھمکی دی اس کی دیکھا دیکھی اکبر بگٹی نے بھی بلوچستان میں
بینک اور ٹی وی قائم کرنے کا اظہار کیا۔ ہر ملک کا ایک ڈسپلن اور
پالیسی ہوتی ہے۔

نواز شریف کا یہ انتقامی اقدام ذاتی رنجش اور مخاصمت کے سوا
کچھ نہیں۔ زر مبادلہ تجارت میں توازن، ملک میں کرنسی کا اجراء
قیمتوں پر کنٹرول، خارجہ امور میں یکانگت، قومی یکجہتی کو برقرار
رکھنا۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن کو صرف اور صرف وفاق کے
کنٹرول میں ہی رہنا ہے اور وہ ہی اس کو موثر طریقے سے
چلا سکتا ہے۔

نواز شریف کو ویگن کی سپلائی نہ ملنے پر اتنی بری لگی کہ
انہوں نے اپنے کارندوں اور ایجنٹوں کے ذریعے ریلوے لائن کی
پٹڑی ہی اکھڑوا ڈالی۔ کیا یہی حب الوطنی ہے؟ نواز شریف کو
ماضی میں بت نواز ایسا ہے اگر اب اس میں کمی آگئی ہے تو آپے
سے باہر ہونے کی کیا بات ہے؟ جمہوریت بڑی قربانیوں کے بعد آئی
ہے۔ اس کو پھلنے پھولنے کا موقع دیں اور صوبے کی سطح پر یہ سوچیں
ان کا تو صرف صوبے تک ہے۔ مرکز سے بات بات پر الجھنا قومی
مفاد کے خلاف ہے اور خود ان کے مفاد میں بھی نہیں ہے۔

پولیس نے فضل حق کا جسمانی ریمانڈ حاصل کرلیا!

عارف حسینی کے حامی فتح کا نشان بناتے ہوئے کمرہ عدالت سے باہر نکلے

صوبہ سرحد کے سابق گورنر لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ فضل حق کو پولیس نے علامہ عارف حسین الحسینی کے مقدمہ قتل میں گرفتار کرنے کے بعد سات دن کا جسمانی ریمانڈ حاصل کرلیا ہے، جبکہ توقع ہے کہ ان کا سات دن کا مزید جسمانی ریمانڈ دوبارہ حاصل کیا جائے گا۔ فضل حق کو گرفتار کرنے کے بعد شدید طریقے سے ٹارچر کرنے کی اطلاعات بھی ملی ہیں اور سابق گورنر کو سرحد پولیس کے ایک بدنام ٹھکانے چوکی نمبر ۲ پر چوبیس گھنٹے تک رکھا گیا، جہاں خطرناک مجرموں اور تخریب کاروں سے پوچھ گچھ کی جاتی ہے۔ یہ سپیشل برانچ صوبہ سرحد کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ صوبہ سرحد کے انسپکٹر جنرل پولیس محمد عباس خان نے جس طریقے سے فضل حق کو گرفتار کیا ہے، اس کے بعد فضل حق اور آئی جی عباس خان کے خاندانوں میں ذاتی دشمنی پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ جنرل فضل حق نے ۳۱ مئی ۸۸ء کو صوبہ سرحد کے نگران وزیر اعلیٰ کا حلف اٹھانے کے بعد اس وقت کے آئی جی سرحد عباس خان کو پہلے گھنٹے میں ہی صوبے سے فارغ کر دیا اور جب آئی جی عباس خان انہیں الوداعی ملاقات کے لئے ملنے گئے تو فضل حق نے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ بہرحال عباس خان ایک سرکاری ملازم کی حیثیت سے اپنا فرض پورا کرنے گئے تھے۔ اسی دور میں جنرل ضیاء نے عباس خان کو سندھ کا انسپکٹر جنرل پولیس بنا دیا۔ وزیر اعلیٰ سرحد آفتاب شیرپاؤ کے کزن ایڈیشنل چیف سیکرٹری اعظم خان کے بھائی عباس خان مردان کے ہوتی فیملی کے رشتہ دار بھی ہیں اور ان کی رشتہ داریاں صوبہ سرحد اور پنجاب تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ضلع چارسدہ کے پڑانگ گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں سے جنرل فضل حق کے سسرال کا بھی تعلق ہے اور ان کے برادر نسبتی سینیٹر ہاشم خان جو کہ اسی کیس میں ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست نامنظور ہونے کے بعد فرار ہو گئے تھے، دور پرے سے عباس خان کے رشتہ دار بھی ہیں۔ ۲۲ جولائی کو صوبائی دارالحکومت میں انتظامیہ اور پولیس نے اپنی نااہلی چھپانے کے لئے تمام راستوں کو بند کر دیا تھا۔ اور پشاور آنے والی تمام ٹریفک اور مسافروں کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ جس کے دوران ڈیڑھ سو افراد سے اسلحہ برآمد کیا گیا لیکن ہزاروں افراد کو پریشان کیا گیا۔ صوبائی دارالحکومت میں کرفیو کا سماں تھا کیونکہ جنرل فضل حق نے اپنی ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست کی سماعت کے لئے چیف جسٹس سردار فخر عالم کی عدالت میں پیش ہونا تھا۔ ۱۰ سال تک صوبے کے گورنر مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کور کمانڈر ۹ ماہ تک نگران وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہنے والے سابق لیفٹیننٹ جنرل فضل حق جنہوں نے سینیٹ کے انتخابات میں اس وقت کی حکومت کی مخالفت کے باوجود پاکستان بھر میں سب سے زیادہ ریکارڈ ووٹ حاصل کئے تھے۔ کیونکہ فضل حق صاحب کے پاس اسمبلی ممبران کو خوش کرنے کے لئے وافر ذرائع تھے۔

۸۸ء کے انتخابات میں کوہستان سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے مگر چار صوبائی اسمبلی کی نشستوں پر شکست کھا گئے۔ جنرل فضل حق ساڑھے آٹھ بجے عدالت میں پیش ہوئے اور درخواست ضمانت کی سماعت شروع ہوئی۔ ان کی جانب سے سینیٹر بیرسٹر ظہور الحق اور بعد میں سابق وزیر قانون ایس ایم ظفر نے دلائل دیئے، حکومت کی نمائندگی ڈپٹی اٹارنی جنرل آصف جان نے کی۔ جبکہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی طرف سے جسٹس ریٹائرڈ شیخ شوکت علی پیش ہوئے۔ تینوں وکیل صوبہ سرحد سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بالآخر پونے ایک بجے کے قریب دلائل مکمل ہوئے تو چیف جسٹس نے مختصر الفاظ میں زبانی فیصلہ سنایا کہ "Bail is not confirmed" اور وہ اپنے ریٹائرنگ روم کی طرف چلے گئے۔ شیعہ رہنما جو عدالت کی کارروائی سن رہے تھے "V" کا نشان بناتے ہوئے عدالت سے باہر نکلے۔ پولیس کمرہ عدالت میں داخل ہوئی۔ باوردی پولیس افسروں اور اہلکاروں کو وکلاء نے کمرہ عدالت سے نکال دیا۔ البتہ سادہ کپڑوں میں ملبوس مسلح پولیس اہلکاروں نے کمرہ عدالت میں فضل حق کو گھیرے میں لے لیا۔ وہ ڈھائی بجے تک کمرہ عدالت میں بیٹھے اپنے بیٹوں اور ساتھیوں سے مشورہ کرتے رہے۔ جنرل فضل حق بیت الخلاء جانا چاہتے تھے لیکن چیف جسٹس کا چیمبر اندر سے بند تھا۔ انہوں نے پولیس ڈی ایس پی سے کہا کہ وہ گردے کی پتھری کے مریض ہیں اور وہ بیت الخلاء جانا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا آپ بیت الخلاء جائیں ہم کچھ نہیں کریں گے لیکن فضل حق جونہی کمرہ عدالت سے باہر نکلے پولیس کمانڈوز نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ اور انہیں دھکے دیتے ہوئے احاطہ عدالت میں کھڑی ہوئی پولیس ایمبولینس تک لے جانے کی کوشش کی۔ جس میں کمانڈوز بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلم لیگ اور آئی جے آئی کے کارکنوں نے اس کی مزاحمت کی وکلاء نے پولیس افسران کو تھپڑ بھی رسید کر دیئے اور پولیس اہلکاروں نے پیر صاحب مانکی شریف پیرزادہ نبی امین کو دھکے مار کر گرا دیا۔ پولیس اس دھکم پیل میں فضل حق کو ایمبولینس تک لے جانے میں کامیاب ہو گئی۔ مسلم لیگ اور آئی جے آئی کے کارکن فضل حق کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن ان کے نعرے اور جلوس فضل حق کو نہ بچا سکے۔ پولیس نے ان کا دوسرے روز علی الصبح ساڑھے چھ بجے مقامی مجسٹریٹ کامران زیب کی عدالت سے سات روزہ جسمانی ریمانڈ حاصل کر لیا۔ فضل حق کی گرفتاری کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف نے وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی طرف سے دی جانے والی عشائیہ کی دعوت مسترد کر دی اور آئی جے آئی نے صوبہ سرحد میں احتجاجی جلسے کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ صوابی میں فضل حق کی گرفتاری کے ردعمل میں ہڑتال کی گئی اور جلسہ ہوا جس کے بعد جلوس نکالا گیا۔

سندھ میں ہندوؤں سے محبت

اور غیر سندھیوں سے نفرت

موجودہ حکومت جئے سندھ سے

خفیہ معاہدے کے تحت

برسرِ اقتدار آئی ہے!

اسلامی جمہوری اتحاد کے پارلیمانی گروپ کے سیکرٹری اطلاعات راجہ محمد ظہیر خان سے انٹرویو

اسلامی جمہوری اتحاد پارلیمانی گروپ کے سیکرٹری اطلاعات راجہ محمد ظہیر خان نے "احوال" کو انٹرویو دیتے ہوئے ملک کی سیاسی صورتحال کو نہایت خطرناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ ملک میں انارکی کا دور دورہ ہے۔ سندھ میں قانون کی عملداری کی بجائے دہشت گردوں کا مکمل راج ہے۔ وفاقی حکومت ملک کی بنیادی اساس اور قومی تشخص کے خاتمے کے درپے ہے۔ موجودہ وفاقی حکومت دراصل جئے سندھ کا ذیلی ادارہ ہے جو جئے سندھ سے کیے گئے خفیہ معاہدے کے تحت برسرِ اقتدار آئی ہے۔ [illegible] پارٹی والوں کا

[illegible]

بھارت کو سری لنکا کی تامل اقلیت کی حفاظت کا حق حاصل نہیں

سیاستوں کی حمایت سری لنکا کا نام جس کا جغرافیائی نقشہ کچھ اس طرح ہے کہ وہ برصغیر کے نیچے ایک آنسو کی طرح ٹپکتا ہوا ہے ایک مرتبہ پھر عالمی خبروں کی سرخیوں میں ہے۔

سری لنکا میں مسلسل خانہ جنگی کو ختم کرنے کے لئے اس وقت کے سری لنکا کے صدر جے وردھنے نے بھارت سے ایک امن معاہدہ کیا تھا جس کے تحت بھارتی فوج سری لنکا میں امن قائم کرانے کے لئے وہاں پہنچی تھی۔

اس امن معاہدہ پر ۲۹ جولائی ۱۹۸۷ء کو سابق صدر جے وردھنے اور وزیر اعظم راجیو گاندھی نے دستخط کئے تھے۔ اس معاہدے کے تحت سری لنکا کی سنہالی فوج اور تامل چھاپہ ماروں کے درمیان جھڑپیں تو رک گئیں۔ مگر اس معاہدے کے تحت تامل چھاپہ ماروں کو جو ہتھیار ڈالنے تھے وہ انھوں نے آج تک نہیں ڈالے۔

اس سمجھوتے نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ بین الاقوامی سیاسی مبصرین صدر جے وردھنے کی سیاست دانی کو نا پختہ اور ان کے اس اقدام کو غیر دانشمندانہ قرار دے رہے تھے، اور راجیو گاندھی کی اس سیاسی کامیابی پر انہیں ایک شاطر سیاستدان کی حیثیت سے لیا جا رہا تھا۔ راجیو گاندھی اس معاہدے کی سارک تنظیم سے توثیق کرانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے سابق صدر جے وردھنے پر زور دیا کہ متعلقہ ممبران کو اس کے لئے راضی کریں۔ چنانچہ کھٹمنڈو میں منعقدہ سارک سربراہوں کی کانفرنس میں جے وردھنے نے پاکستان کے سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو سے کہا کہ وہ اس معاہدے کی توثیق کریں جو جونیجو صاحب نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ پاکستان کے انکار کی وجہ سے دوسرے چھوٹے ملکوں نے بھی ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ پاکستان کے سخت موقف کی وجہ سے سری لنکا ایک بڑی مصیبت سے بچ گیا۔

سری لنکا بھارت امن معاہدہ سری لنکا میں امن قائم کرنے پر [illegible] در اصل بھارت کا مقصد وہاں امن قائم کرنا ہی نہیں تھا بلکہ وہ تو سری لنکا کے تامل بولنے والے ہندوؤں کو جن کی اکثریت سری لنکا کے شمالی صوبہ جافنا میں آباد ہے زیادہ سے زیادہ صوبائی خود مختاری دلانا تھا۔ یہ ہندو تقریباً تین سو سال پہلے بھارت کے علاقہ تامل ناڈو سے جا کر وہاں آباد ہونا شروع ہوئے تھے۔ اب ان کی بھی خاصی تعداد شمالی صوبہ جافنا میں آباد ہے۔

بھارت ان ہندوؤں کی گوریلا تنظیم تامل ٹائیگر جو سری لنکا کی فوج سے برسرپیکار تھی اسلحہ اور پیسے سے مدد کر رہا تھا جس کے باعث وہ سری لنکا کی فوج اور قدیم باشندوں سنہالیوں جو اکثریت میں ہیں ان کے قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ بہر طور پہلے سری لنکا کی حکومت کو یقین تھا کہ [illegible] کے ساتھ ساتھ ملک کی تنصیبات کو بھی سخت نقصان پہنچا رہے تھے۔ ان کا مقصد جافنا اور شمالی سری لنکا میں ایک آزاد ہندو تامل ریاست کا قیام تھا۔ بھارت ان کی پشت پر تھا۔

سری لنکا کے جے وردھنے نے اس بھارتی سازش کو [illegible]

سری لنکا بھارت کی توسیع پسندانہ پالیسی کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گا

کی یہ تحریک سری لنکا ہونے تامل گوریلوں کی مدد کرنے والے بھارت نے پولیس اور فوج سے ہتھیار ڈلوانے کا کام سونپ دیا اور ایک معاہدہ کے تحت اس بغاوت کو فرو کرنے کی ذمہ داری اس پر ڈال دی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے بھارتی فوجوں کو اپنی سرزمین پر آنے تک کی اجازت دے دی۔

سابق صدر جے وردھنے بھارت کی برہمنی سیاست کو سمجھنے میں غلطی کر گئے۔ وہ یہ بھول گئے کہ بھارت کے ہندو سری لنکا کو رام چندر جی کا مفتوحہ علاقہ سمجھتے ہیں۔ رام چندر ہندوؤں کا ایک دیوتا ہے۔ جس نے اپنی بیوی سیتا کو سری لنکا کے راجہ راون کی قید سے آزاد کرانے کے لئے سری لنکا فتح کیا تھا۔

سری لنکا کے موجودہ صدر پریماداسا شروع دن سے اس معاہدے کے خلاف تھے وہ سری لنکا کی سرزمین پر غیر ملکی فوجوں کو دیکھنے کے روادار نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں سری لنکا بھارت امن سمجھوتہ اپنے مقاصد کے حصول میں بُری طرح ناکام رہا ہے۔

بھارتی فوجوں نے سری لنکا پہنچ کر وہاں کے امن و امان کے مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے مزید پیچیدہ بنا دیا ہے اس لئے صدر پریماداسا نے ۲۹ جولائی ۱۹۸۹ء کی ڈیڈ لائن مقرر کر دی ہے کہ اس تاریخ تک بھارتی فوجیں سری لنکا سے نکل جائیں ورنہ انہیں بیرکوں میں بند کر دیا جائے گا۔

گذشتہ ماہ سری لنکا کے صدر رانا سنگھے پریماداسا نے یکایک یہ مطالبہ کیا کہ بھارتی فوج جو اکسٹھ ہزار جوانوں پر مشتمل ہے اس ماہ کے آخر تک ان کے ملک سے کوچ کر جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو سری لنکا کی عزت پر ایک بدنما داغ ہوگا۔ بھارت کی حکومت نے یہ مطالبہ یہ کہہ کر رد کر دیا کہ بھارتی فوج کی واپسی کے لئے دونوں ملکوں کی رضامندی ضروری ہے۔ کیونکہ بھارتی فوج سری لنکا میں امن و امان قائم کرنے کے لئے دونوں ملکوں کے ۱۹۸۷ء کے معاہدہ کے تحت بھیجی گئی ہے۔ دونوں ممالک میں طویل سفارتی مراسلات کے بعد گذشتہ ہفتہ وزیراعظم نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اپنے ایک خط میں راجیو گاندھی نے پریماداسا کو لکھا کہ سری لنکا کی مقرر کردہ تاریخ سے قبل دونوں ممالک میں باہم مذاکرات نہ ہوئے تو بھارت اپنی امن فوج کی واپسی کا فیصلہ یک طرفہ کرے گا۔

پریماداسا نے بظاہر اس کا کوئی اثر نہ لیا اور جواب میں لکھا کہ وہ مذاکرات پر تیار ہیں لیکن بھارتی فوج کی واپسی کا مطالبہ اپنی جگہ پر اٹل ہے۔ کیا بھارتی فوج کو سری لنکا میں بھیجنے کا اصل مقصد وہاں کے تامل باشندوں کی سرکشی کو کچلنا تھا یا وہاں کی اقلیت کو محدود خود مختاری دلانا؟ اگر اس کا مقصد تامل باشندوں کو ان کی خود مختاری حاصل کرنے میں مدد کرنا تھا تو یہ یقیناً بھارت کا ایک مخالفانہ فعل تصور کیا جائے گا اسی سلسلے میں سری لنکا کے وزیر خارجہ رنجن وجے رتنا نے ایک پریس کانفرنس میں کچھ وضاحت کی۔ انھوں نے کہا کہ اگر ۲۹ جولائی کے بعد بھارتی فوج سری لنکا میں موجود رہی تو یہ کہا جائے گا کہ بھارتی فوج نے سری لنکا پر زبردستی قبضہ کیا ہے اور پھر اس کی فوجیں اپنی بارکوں سے باہر آ جائیں گی۔ انھوں نے مزید وضاحت کی اور کہا کہ سری لنکا میں قانون کی بالادستی قائم رکھنا وہاں کی فوج اور پولیس کی ذمہ داری ہے۔

سری لنکا دو حریف گروپوں میں بٹا ہوا ہے۔ تامل باشندے

سری لنکا بھارت امن سمجھوتہ
اپنے مقاصد کے حصول میں
بُری طرح ناکام رہا ہے!

جو اقلیت میں اکثریتی سنہالی باشندوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہتے ہیں۔ اور اب یہ دو حریف فوجی گروہوں میں بھی بٹ گئے ہیں۔ بھارت اور سری لنکا میں بڑھتی ہوئی مخاصمت سے کچھ اور بھی دیکھتے ہیں۔ سری لنکا بھارت کی توسیع پسندی سے خائف ہے۔ وہ اس کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بہت کمزور اور پیچھے ہے اس پالیسی کے کچھ اثرات بھارت کے سیاسی ماحول میں بھی نمایاں ہیں جہاں راجیو گاندھی کی سری لنکا کے معاملے میں مداخلت پر کڑی نکتہ چینی کی جا رہی ہے۔ اسی طرح بھارت کی حزب اختلاف نیپال کے معاملہ میں بھارتی پالیسی پر بھی سخت ناخوش ہے۔ گذشتہ مارچ سے بھارت نے نیپال کی سرحدی ناکہ بندی رکھی ہے تاکہ وہ اپنا چین کی طرف جھکاؤ ختم کر کے بھارت کے قدموں پر آ گرے۔ نیپال کے سری لنکا میں سفیر موہن پرشاد لوہان کا کہنا ہے "بھارت کی بڑائی کا اقرار تو خطہ کے تمام ملک کرتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اسے ان پر قبضہ جتانے کا حق مل گیا ہے"۔

پریماداسا کے بھارتی فوج کی واپسی [illegible]

کی حکومت کو بڑا تعجب ہوا۔ بھارت کے حکام کو یہ علم ہے کہ بڑی تامل اقلیت ہے جو سری لنکا کے باغیوں کے [illegible] تامل ٹائیگرز سے خفیہ مذاکرات کر رہی ہے [illegible] سے مقابلہ کرتے تھے۔ پریماداسا نے اس ٹائیگرز سے کوئی معاہدہ کر لیا ہے اور اس طرح اب بھارتی فوج کی ضرورت نہیں رہی۔ ادھر راجیو گاندھی بھی پریشانی میں مبتلا ہیں کہ چند ماہ میں وہاں انتخابات ہونے والے ہیں ایسی صورت میں سری لنکا سے بھارتی فوج کی بے نیل واپسی ان کے وقار کو شدید زک پہنچائے گی۔

سری لنکا کا کہنا ہے کہ راجیو گاندھی نے متعدد بار کہا ہے کہ سری لنکا میں بھارتی فوج سری لنکا کی درخواست پر بھیجی گئی ہے اور جب بھی سری لنکا ان کی واپسی کے لئے کہے گا بھارتی فوج اسی وقت واپس بلا لی جائے گی۔ صدر پریماداسا کا یہ بھی کہنا ہے کہ بھارت اور سری لنکا کے معاہدہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ملک میں امن و امان قائم نہ ہو سکا۔ اور اس طرح یہ معاہدہ بالکل ناکام رہا ہے اور بھارت کو سری لنکا کی تامل اقلیت کی حفاظت کا حق کسی طرح نہیں پہنچتا ہے۔ پریماداسا نے راجیو گاندھی کو اپنے خط میں لکھا کہ "تامل اقلیت کی حفاظت سری لنکا کی حکومت کی ذمہ داری ہے۔"

صدر پریماداسا پر سری لنکا کے عوام دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ جلد از جلد سری لنکا میں خانہ جنگیاں ختم کریں۔ جس سے صرف اس سال ساڑھے تین ہزار جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ کیا بھارتی فوج کی واپسی کے بعد سری لنکا کی حکومت سنہالی گوریلا دستوں کو مطمئن کر سکے گی؟ جو پیپلز لبریشن فرنٹ سنہالی گوریلا دستوں پر مشتمل ہے جو حکومت کے خلاف تشدد آمیز کارروائیاں کر رہی ہے انکی کارروائیوں نے سری لنکا کے صدر کو تامل ٹائیگرز سے صلح پر مجبور کر دیا ہے۔ اور خیال یہی ہے کہ اپنی خفیہ مذاکرات میں پریماداسا نے تامل اقلیت کو خود مختاری دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس طرح دوسری جولائی کو تامل ٹائیگرز نے تشدد سے باز آنے کا اعلان کیا اور کہا کہ بھارتی فوج کے جانے کے بعد وہ حکومت [illegible] کے جمہوری اداروں سے مفاہمت کریں گے۔

بھارت کو اب بھی اس پر شبہ ہے۔ کولمبو میں ایک بھارتی سفارت کار نے کہا: "ہم ان پر کس طرح بھروسہ کر سکتے ہیں وہ پہلے بھی اپنے وعدے سے پھر چکے ہیں۔" گذشتہ ہفتہ بھارت کی حکومت کو اس سے کچھ شہ ملی۔ جب [illegible] لبریشن فرنٹ کے سری لنکا میں دو سیاسی لیڈر قتل کر دئیے۔

سلیم [illegible] علوی

صوبہ پنجاب اور بلوچستان

کے لیڈروں کے رویے سے جمہوریت خطرہ میں پڑ گئی!

مرکز اور صوبے کسی طرح مفاہمت پر آمادہ نہیں!

[illegible] نواب اکبر بگٹی نے صدر غلام [illegible]
[illegible] مرکزی حکومت [illegible]
[illegible]
[illegible] سے
[illegible] بلوچستان [illegible]
[illegible] صدر غلام اسحٰق خان
[illegible]
[illegible]

بلوچستان اسمبلی توڑنے میں پیپلز پارٹی ملوث ہے۔

مرکز بلوچستان میں بگٹی کی جگہ اپنی پسندیدہ شخصیت کو بٹھانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

مرکز چاہتا ہے کہ یہاں اس کی حکومت نہیں ہے تو [illegible] ہے۔

مرکز پیپلز پارٹی ارکان اسمبلی کی خرید و فروخت کا کھیل جاری رکھے ہوئے ہے۔

دو صوبوں میں [illegible] کا مسئلہ

پیپلز پارٹی کے ان اقدامات کی وجہ سے صوبے وفاق سے متنفر ہو رہے ہیں۔ نواز شریف نے کھلی [illegible] کی ہے [illegible] کہ وہ اپنا [illegible] حکومت [illegible] اتحاد [illegible] بلوچستان نے بھی صوبے میں الگ [illegible] اور [illegible] قائم [illegible]۔ حالات اس حد تک بگڑ گئے ہیں کہ [illegible] دھمکی دی کہ بڑے شوق سے [illegible] قائم کر لیں

گورنر [illegible] گا۔ ادھر نواز شریف کی تمام رعایات ختم ہو گئیں۔ اگر یہ کراچی سے لاہور جانے کے لئے اتفاق انڈسٹری کو بوگیوں کی سپلائی روک دی گئی۔

پیپلز پارٹی پر الزام ہے کہ وہ پیپلز پروگرام کے ذریعے صوبے کے ترقیاتی پروگرام میں مداخلت کر رہی ہے اور اپنے لوگوں کو نواز رہی ہے۔ پیپلز پارٹی نے سترہ ہزار افراد کی برطرفی کر دی ہے یہ حضرات پچھلے دور میں ملازم ہوئے تھے۔ یہ ملازمین سلیکشن کمیٹیوں کے انٹرویو ٹیسٹ کا انعقاد کرنے کے علاوہ وفاقی پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ دی گئی تھیں۔ ان سب حضرات کی نوکریاں ختم کر کے ان کی جگہ پلیسمنٹ بیورو کے ذریعے آنے والے افراد کو ملازمتیں دی جا رہی ہیں۔

ملک میں بحالی جمہوریت اور مرکزی و صوبائی تعلقات

گیارہ سالہ آمریت کے دور کے بعد ملک میں جمہوریت کی بحالی سے لوگوں کو توقع تھی کہ ملک میں جمہوری ادارے فروغ پائیں گے اور وفاق کے ناطے مرکز اور صوبوں میں خوشگوار تعلقات قائم ہوں گے لیکن افسوس ہے کہ صوبہ پنجاب و بلوچستان (جہاں پیپلز پارٹی برسر اقتدار نہیں ہے) کے لیڈروں کے بیانات اور ان کے جواب میں مرکز کے بیانات نے ملک میں جمہوریت کے مستقبل کو بڑی حد تک تاریک کر دیا ہے۔ صوبوں کو اپنے علاقوں میں ترقیاتی پروگراموں کے لئے مرکزی حکومت سے مالیاتی رقم درکار ہوتی ہے ۱۹۸۹-۹۰ء کے مرکزی بجٹ میں صوبوں کی ان ضروریات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس سے مرکزی حکومت اور ان دو صوبوں کی حکومتوں کے درمیان جہاں مرکز سے مختلف پارٹیوں کی حکومتیں بنی ہیں۔ ایک سرد جنگ شروع ہو گئی ہے۔ صوبہ بلوچستان میں یہ اختلافات اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ وہاں کے وزیر اعلیٰ نواب اکبر بگٹی نے صدر جناب غلام اسحٰق خان سے مداخلت کی اپیل کی ہے کہ وہ پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت کو ان کے صوبے کے معاملات میں دخل اندازی سے منع کریں۔ انہوں نے مرکزی حکومت پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ بلوچستان میں مرکزی [illegible] کے زیر ایک متوازی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔ نواب اکبر بگٹی اور بلوچستان کے چند دیگر سیاستدانوں میں اختلافات اس وقت سے شروع ہو گئے تھے جب اس سال کی ابتداء میں وزیر اعلیٰ میر ظفر اللہ جمالی کے مشورہ پر بلوچستان اسمبلی کو برخاست کر دیا گیا تھا۔ اس وقت نواب بگٹی اور جمعیت العلماء اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن نے اسمبلی کے برخاست ہونے کا ذمہ دار پیپلز پارٹی کو ٹھہرایا تھا۔ اور اس معاملہ میں بلوچستان کے ہائیکورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ بلوچستان ہائیکورٹ نے اسمبلی کی برخاستگی کو غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دے دیا۔ اسمبلی کی بحالی کے بعد بلوچستان نیشنل الائنس کے نواب اکبر بگٹی، جمعیت العلماء اسلام، اسلامی جمہوری اتحاد اور کچھ آزاد ممبروں نے بلوچستان میں مخلوط حکومت بنائی۔ نواب اکبر بگٹی ہمیشہ سے اس کے شاکی رہے ہیں کہ مرکزی حکومت سرمایہ اور ملازمتوں وغیرہ کے معاملات میں ان کے جائز مطالبات سے چشم پوشی کرتی رہی ہے۔ انہوں نے وضاحت نہ کی لیکن مرکزی حکومت کو متنبہ کیا ہے کہ اگر صورتحال ایسی ہی رہی تو اس کے سنگین نتائج ہوں گے۔ اور اس سے وفاق کے وجود کو بھی شدید خطرہ ہو سکتا ہے۔ صدر غلام اسحٰق خان کا اب تک رویہ مصالحانہ رہا ہے اور انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ دونوں طرف صحیح الحواسی برقرار رہے گی اور وہ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں گے جو دونوں

تنازعہ ٹین بلاک کی مخلص وسیم پیپلز پروگرام پر ہے

درمیانی مدت کے انتخابات کا مطالبہ دوبارہ کیا گیا!

مملکت خداداد پاکستان قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے۔ جس کا صحیح ادراک شاید ہم میں سے کسی کو نہیں۔ مسلمانوں کو یہ مملکت انگریزوں نے تحفے میں طشتری میں سجا کر پیش نہیں کی اور نہ ہی قیام پاکستان کسی فاتح کی لشکر کشی کا نتیجہ تھا۔ بلکہ صدیوں پر محیط مسلمانانِ برصغیر کی جدوجہد، لاکھوں جانوں کے نذرانے اور ہزاروں عصمتوں کے خراج کا صلہ ہے۔ اس مملکت کے حصول کے لئے سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت کے علماء ومشائخ نے تحریری، تقریری، جانی ومالی طور پر جو قربانیاں دیں، وہ تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد تاریخ کو محفوظ کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ جس کی وجہ سے علماء اہلِ سنت کی بے مثال جدوجہد نئی نسل کی آنکھوں سے اوجھل ہے، اور "تاریخ تراش" مورخین نے حقائق سے پردہ پوشی کرتے ہوئے دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جو لوگ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے کئے جانے کے لائق تھے۔ انھیں ہیرو بنا کر مجاہد تحریک آزادی قرار دیا۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ برصغیر کی تحریک آزادی میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کی حیثیت سے متعارف کرانے میں (جبکہ کانگریس اور اس کی حمایتی جمعیت علماء ہند انگریزوں کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے متحدہ قومیت کا پرچار کر رہی تھی، اور علماء دیوبند منبرِ رسول پر بیٹھ کر کہہ رہے تھے کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں۔) علماء ومشائخ اہلسنت نے بہت اہم کردار ادا کیا، اور مسلمانانِ برصغیر کو یہ احساس دلایا کہ وہ اپنے مذہب ومعاشرت اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے علیحدہ قومیت کے حامل ہیں اور اسی بنیاد پر ان کی ایک علیحدہ مملکت ہونی چاہئیے۔ مسلمانان برصغیر میں یہ شعور پیدا کرنے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے خلفاء ومشائخ اہلسنت نے ہراول دستے کا کام انجام دیا۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا ہے، جنھوں نے نہ صرف ابتداء سے مسلم لیگ کی حمایت کی بلکہ قائدِ اعظم کو قومی وملی امور میں مشورے بھی دیئے۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کرکے اردو، فارسی، عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ اور سولہ سال کی عمر میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے گریجویشن کیا۔ اور پورے علاقے میں اول رہے۔ نصابی سرگرمیوں سے فراغت کے بعد اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت نے انھیں خلافت سے نوازا ——— آپ نے اپنی پوری زندگی تبلیغ دین اور ملت اسلامیہ کی فلاح وبہبود میں گزاری۔ برطانیہ، بلجیم، کینیڈا، سیلون، چین، مصر، مشرقی افریقہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، انڈونیشیا، عراق، جاپان، اردن، ملائیشیا، مڈغاسکر، پرتگال، فلپائن، سنگاپور، شام، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، جنوبی امریکہ، تنزانیہ، یوگنڈا، رومانیہ، امریکہ، ویتنام وغیرہ میں دین اسلام کے پیغام کو پہنچایا اور تقریباً ۵ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ آپ نے نہ صرف لادینیت، اشتراکیت، اشتمالیت، عیسائیت، یہودیت، احمدیت اور بہائیت کے باطل نظریات کا قلع قمع کیا، بلکہ ساری زندگی باطل قوتوں کے خلاف جہاد میں بسر کی۔ اور درجنوں کتابیں اردو، انگریزی، عربی میں تصنیف فرمائیں۔ انہی کوششوں اور خدمات کے اعتراف میں آپ کو تقدس مآب (ہز ایکزالٹڈ ایمی نینس — HIS EXALTED EMINENCE) کا خطاب دیا گیا جو عالم اسلام کے کسی بھی عالم دین کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔

مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی نہ صرف یگانہ وقت عالم، صوفی باصفا، قدیم وجدید علوم سے آشنا اور کئی زبانوں کے ماہر تھے بلکہ تحریک پاکستان کے مجاہد اور ملکی سیاست کے درخشندہ ستارے تھے۔ سیاسی طور پر آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے خلافت اسلامیہ ترکی کی بقاء کے لئے بڑی جدوجہد کی اور شدھی تحریک کے توڑ کے لئے علماء اہل سنت کے ساتھ مل کر اہم علاقوں کا طوفانی دورہ بھی کیا۔ اس تحریک کو کچلنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

جب مسلمانان برصغیر ہندوؤں اور انگریزوں کے مظالم سے تنگ آکر حق خود اختیاری کے مطالبے کے لئے نکلے اور تحریک پاکستان شروع کی تو آپ بھی دیگر علماء کرام کے ساتھ ان کا ساتھ دینے کے لئے میدان سیاست میں آئے۔ آپ نے نہ صرف برصغیر کے چپے چپے کا دورہ کیا بلکہ ہندوستان سے باہر عالم اسلام کو پاکستان کی اہمیت اور مسلمانوں کے لئے نئی مملکت کی قیام کی ضرورت سے آگاہ کیا۔

مذہب کا نام روشن کرنے کی خواہش رکھنے والوں کیلئے یہ بہت مناسب وقت ہے کہ وہ متحد ہو جائیں

محفوظ رہے۔

ہر وہ مذہب جو ایک شخص دوسرے ملک یا مذہب کو محسوس نہیں کر دیتا وہ مطلوب ہے اور انسان کہنے کا حق نہیں ہے۔

دولت ایک ایسی شے ہے جو آتی جاتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہتی ہے اس کو جو شخص تمام زندگی کما سکے میں کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جو دولت اس کے پاس ہے وہ زندگی کے آخری دن تک اپنے پاس محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اپنا دولت کر کے وہ جانشین کا سیاہ بنا یا جا سکتا ہے۔ جاہ اب بھی رنگ، نسل کے فرق کو مٹا نہیں جاتا۔ کہ جس طرح انسانی بھائی چارے کو فروغ نہیں دیا جا سکتا اسی طرح انسانی تہذیب کے لئے سب سے خطرناک ہے۔

مذاہب خود تقسیم انسانیت کے ذمہ دار ہیں، ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ یہ سوچ کہاں تک درست ہے

رنگ، نسل کے امتیازات عالمی بھائی چارہ کو قائم رکھنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ رنگ و نسل کا یہ امتیاز آج کا قوم پرستانہ تنگ نظر رویہ ہے۔ مخصوص حدود میں قوم پرستی لوگوں کے اندر ایک اچھائی میں مدد و معاون ہے اس حد تک کوئی ہوش مند آدمی اس کی مخالفت نہیں کرے گا۔ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ وطن سے محبت جزو ایمان ہے۔ لیکن ایسی قوم پرستی جو لوگوں کے ذہن کو دوسروں کے خلاف زہر آلود کر دے انفرادی خود غرضی کی بدترین شکل ہے۔ اگر مذہب کا لفظ ان ملکی باشندوں کے لئے استعمال کیا جائے جو صداقت کی بات کرتے ہیں تو ہم ایسے مذاہب سے انسانوں میں کوئی تفریق پیدا نہیں ہوگی کیونکہ وہ ایک صداقت، ایک حقیقت پر عقیدہ رکھتے ہیں یعنی ایک خالق کائنات پر۔ وہ مذاہب یہ تعلیم نہیں دے سکتے کہ ایک خالق کی مخلوق میں کوئی بنیادی فرق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے وہ لوگ جو خالق کائنات کے لئے خود کو وقف کر دیتے ہیں ان کے نزدیک کچھ امتیازات واقع ہیں۔ کچھ اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ صرف شناخت اور پہچان کے لئے ہیں اور خالق کائنات جانتا ہے کہ ان امتیازات واقعات کا وقوع ہوتا ہے اور کوئی نہیں ہے۔ دنیا ہے اس کی نظر میں سب ایک ہیں۔

خواتین و حضرات! تمام مذاہب عالم کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب اسلام پر جس کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ یہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے لیکن ایک محقق کے طالب علم کی حیثیت سے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ بالکل بے بنیاد الزام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کردہ مذہب اسلام میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں واضح طور پر کہا گیا ہے "لا اکراہ فی الدین" دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہر کسی کو اپنے پسندیدہ عقیدے پر چلنے کی آزادی ہے۔ ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت ہے جو دوسروں کو اپنے راستہ پر چلنے کے لئے مجبور کریں کیونکہ اس طرح انسانی آزادی اور حریت فکر مجروح ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ سے ایسی چند مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لئے کچھ لوگوں پر تشدد کیا۔ ایسے لوگ بھی تاریخ میں ملتے ہیں جنہوں نے ملکوں کو فتح کرنے کے لئے طاقت استعمال کی۔ ایسا ان لوگوں نے بھی کیا جو کوئی مذہب نہیں رکھتے تھے تو ایسے اعمال کے وہ لوگ خود ذمہ دار ہیں جنہوں نے ان اعمال کا ارتکاب کیا۔ مذہب کو کسی صورت سے بھی اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ جیسا کہ عیسائیوں نے جو ہاتھ میں بائبل تھا اپنے ملک میں بہا ڈالا تاریخ میں بعض اوقات عیسائیت کو اپنانے کے لئے لوگوں پر جبر کیا گیا۔ اس فعل پر حضرت عیسیٰ کی معصوم تعلیمات کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یہی اسلام اور دیگر مذاہب کا معاملہ ہے کہ لوگوں کے عمل اور حرکات کی بنا پر اسلام یا کسی اور مذہب پر انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی۔

اگر لوگ کسی ایسے مذہب کی تعلیمات کی پیروی کریں جس میں بتایا گیا ہو اس کائنات کا ایک خالق ہے اس نے یہ پوری کائنات تخلیق کی ہے تو پیروی کرنے والا خالق کائنات سے محبت کرنے کے ساتھ ہی اس کی مخلوقات سے بھی محبت کرنے لگے گا۔ وہ ان کے ساتھ محبت سے رہنا سیکھے گا کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ جو اپنے خالق سے محبت کرتا ہے وہ اس کے بندوں (تخلیق) سے بھی محبت کرے گا یہ بات ظاہر ہے جب کسی کی کسی سے دوستی ہو تو وہ دوست کی اولاد سے محبت اور پیار سے پیش آئے گا۔ اور ان کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔

حضرت عیسیٰؑ نے تو یہاں تک فرما دیا اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تمانچہ مارے تو تم دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ آنکھ کا بدلہ آنکھ، ناک کا بدلہ ناک، کان کا بدلہ کان، دانت کا بدلہ دانت اور زخم کا بدلہ مساوی زخم ہے لیکن جو کوئی معاف کر دیتا ہے وہ اس کا اجر اللہ سے پانے کا حق رکھتا ہے۔

خواتین و حضرات! مذاہب کے تقابلی مطالعہ کا ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کسی مذہب نے آج تک انسانی مساوات کے خلاف تعلیم نہیں دی۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ لوگ اپنی غلط مطلب براری کے لئے اور اپنے خود غرضانہ عزائم کی تکمیل کے لئے ان تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کریں اور اپنے مذہب کی بدنامی کا باعث بنیں۔ مذہب کا نام روشن کرنے کی خواہش رکھنے والوں کے لئے یہ بہت مناسب وقت ہے کہ وہ متحد ہو جائیں۔ اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے تعاون کریں تاکہ انسانوں کے مادی

ایسی قوم پرستی جو لوگوں کے ذہن کو دوسروں کے خلاف زہر آلود کر دے انفرادی خود غرضی کی بدترین شکل ہے

مسائل کو حل کیا جائے۔ مشترکہ مفاد کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہ کریں۔ صرف اپنے مسلک اور عقیدے کی تبلیغ کریں تاکہ مذہب کو نہ ماننے والے دہریوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ مذہب ہے جس نے انسانوں کو تقسیم کیا ہے سرمایہ دار اور مزدور خالق کی نظر میں سب ایک ہیں اور انسانی معاشرہ کا ایک حصہ ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بھی بہت مناسب وقت ہے جو رنگ و نسل اور امیر و غریب کی تفریق پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے یہ باطل نظریات چھوڑ کر ان لوگوں کو اوپر اٹھانے میں دست تعاون دراز کریں۔ جنہیں وہ اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں یہ وہ جذبہ ہے جس سے کام لے کر ہم دنیا میں " عالمی بھائی چارہ " قائم کر سکتے ہیں۔

خواتین و حضرات! یہ پیغام ہے جو میں اپنی تمام زندگی ساری دنیا میں پھیلاتا رہا ہوں۔ خالق کائنات مجھے اپنے مشن میں کامیابی عطا کرے۔ اور میں اپنی زندگی میں تمام دنیا کو متحد دیکھ لوں۔ ان الفاظ کے ساتھ آپ سے رخصت چاہتا ہوں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ سلامتی میں رکھے۔ آمین۔ والسلام

پروفیسر شاہ فرید الحق

قلب کی پاکیزگی

نمود و نمائش نفس امّارہ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین ہ

انسانی جسم میں قلب کو ایک خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جسم کی ساری کارکردگی کا تعلق قلب سے ہے۔ ظاہری اور جسمانی صحت بھی قلب کی صحت پر منحصر ہے۔ نیز کردار اور اعمال کا تعلق بھی قلب ہی سے وابستہ ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کا منبع قلب کو قرار دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ہے اگر اس میں فساد اور خرابی ہے تو پھر سارا جسم فساد اور خرابی کی آماجگاہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک سے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ تقویٰ کا مقام یہاں ہے۔

اسلام نے پاکیزگی اور طہارت کو انتہائی اہم قرار دیا ہے بلکہ طہارت اور صفائی کو نصف ایمان کہا گیا ہے لیکن اسلام میں صرف ظاہری طہارت اور صفائی کو اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ اصل پاکیزگی قلب کی ہے اور یہی مقصود ہے۔ ظاہری اعمال کا تعلق باطنی جہان اور قلب سے ہے۔ اگر دل بیمار ہوگا تو اعمال بھی بیمار ہوں گے۔ ایمان کا تعلق بھی قلبی یقین و اعتقاد سے ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ دل سے اللہ اور اس کے رسول اور ان کے احکامات پر یقین نہ کرے۔ ارشاد باری ہے "اعراب لوگ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے [illegible] حالانکہ دل سے مومن نہیں۔"

اسی طرح اس فرمان باری سے بات واضح ہوتی ہے کہ صرف ظاہری اقوال و اعمال مومن اور مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں۔ دوسری جگہ قرآن حکیم میں یوں ارشاد ہوا۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ہ

"اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں اور جی سے مان لیں۔"

معلوم ہوا کہ ایمان کی آماجگاہ بھی قلب ہے۔ [illegible] ظاہری پاکیزگی سے زیادہ ضروری اور اہم قلب کی [illegible]

[illegible] کرنا ہی اس تنظیم کے اصل مقاصد ہیں۔

دنیا میں [illegible] اس تنظیم [illegible]
اور حلف اٹھانے کا [illegible] ایک ہے جب کوئی شخص
[illegible] کے لئے [illegible]
[illegible] عرب لباس پہنا
جاتا [illegible] اس کی آنکھوں پر
پٹی باندھ دی جاتی تھی [illegible] گریبان کھلا ہوتا تھا ایک شخص اسے بلا
کر [illegible] ایک شخص ایک خنجر اس کے دل پر رکھے ہوتا تھا۔
اس طرح خنجر کی نوک اس کی کھال کو چھوتی رہتی [illegible] شخص
کو احساس رہتا کہ اس کے دل پر خنجر رکھا ہوا ہے اس حالت میں اس
کو [illegible] جاتا تھا جو راز [illegible] کے سامنے پہنچ کر
[illegible] اس کی مقدس کتاب پر لکھا
کر اس سے حلف لیا جاتا تھا۔ [illegible]

دنیا کے بڑے بڑے اخبارات
وجرائد اور خبر رساں ادارے
یہودیوں کی ملکیت ہیں!

حلف اٹھانے والے کو [illegible] اپنے دل میں چھپا [illegible]
زی مین تنظیم کے خالق [illegible] لوگ تھے مگر انہیں [illegible]
[illegible] کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے یہ راز جان لیا تھا کہ
معاشرے کی [illegible] کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور
عوام الناس [illegible] کی طرح ہوتے ہیں جو ہوا کے رخ پر [illegible] جاتے
ہیں۔ چنانچہ زی مین تحریک کے لوگ [illegible] قوم [illegible] معاشرے
کے [illegible] کو پکڑتے تھے اور انہیں [illegible]
بنتے تھے جو ان کے ذریعے پوری قوم اور پورے معاشرے پر
اثر انداز ہوتے تھے۔ اس تحریک میں شامل ہونے کے لئے لوگوں
کو مختلف [illegible] اور ترغیبات دی جاتی تھیں۔ اس تنظیم کے
ارکان [illegible] کسی [illegible] میں بھی جائیں ان کے کام ہو جاتے تھے۔
بڑے بڑے عہدوں کے حصول کے لئے [illegible]
داخلے کے لئے ان کی اولادوں کو با آسانی سفارشیں حاصل ہو جاتی
تھیں [illegible] ممالک [illegible] مل جاتی تھیں۔

زی مین تحریک اپنے [illegible] مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب
رہی ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں اٹھنے والی اکثر تحریکوں کا
[illegible] کے پس پشت اسی تحریک کا ہاتھ رہا ہے۔ سائنسی سوشلزم
کا بانی کارل مارکس ایک جرمن یہودی تھا۔ یقیناً وہ اس تحریک کا
ممبر [illegible] آج [illegible] دنیا اس کے پھیلائے ہوئے لادینی معاشی نظریات
[illegible] ایک دوسرے یہودی سگمنڈ فرائڈ نے

پر مبنی نظریات کی بدولت دنیا کے ادب اور اخلاق کو بگاڑا ہے
ڈرامہ کا موجد بھی ایک یہودی تھا۔ دنیا کو مذہب سے برگشتہ کرنے
والی اکثر فلمیں یہودیوں کے قلم کا شاہکار ہیں۔ حلف کی بات
ہے کہ خود یہودی اپنے مذہب میں شدت پسند ہیں۔ فلسطین میں زبردستی
صیہونی حکومت قائم کر کے ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی کوشش کر رہے ہیں۔

آج دنیا کے پریس پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے
اخبارات وجرائد اور خبر رساں ادارے بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کی ملکیت
ہیں یا ان میں ان کے بڑے بڑے حصص ہیں۔ دنیا کو اطلاعات ان کی
مرضی سے ملتی ہیں۔ عالمی رائے عامہ کو بنانے اور بگاڑنے نیز عالمی
ذہن کو تبدیل کرنے میں ان کا قلم اہم کردار ادا کرتا ہے

دنیا کی بڑی بڑی صنعتیں، درآمد اور برآمد، تجارتی جہاز
راں کمپنیاں اور تعمیراتی ایجنسیاں سب کی سب یہودیوں کی ملکیت ہیں
باقی ماندہ دنیا کے پاس صرف پرچون کا کاروبار ہے۔ یہودی اسے
پلان کے مطابق دنیا کی دولت پر قبضہ کر چکے ہیں شکاگو میں قائم شدہ
امریکی اسلحہ سازی کے اکثر کارخانوں کے مالک یہودی ہیں۔ امریکی
فولادی صنعت پر یہودیوں کے قبضے کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے
کہ یہودیوں نے شکاگو کی اس جگہ کا نام جہاں فولاد اور اسلحہ کی
بھاری صنعت کے کارخانے ہیں عبرانی نام بیت اللحم BETHLEHEM
رکھا ہے۔

دولت اور پریس پر قبضے کے سبب یہودی اس دور کی سب
سے بڑی سپر پاور امریکہ کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے ہیں
وہ امریکی سیاست اور انتظامیہ کی شہ رگ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ امریکہ
میں صدارت کے انتخاب کے علاوہ کانگریس اور سینیٹ کا الیکشن
بھی اتنا مہنگا ہو گیا ہے ہر امیدوار کو الیکشن لڑنے کے لئے
ایک خطیر رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ رقم یہودی سرمایہ دار
چندے کی صورت میں مہیا کرتے ہیں لہٰذا کانگریس اور سینیٹ کا کوئی
ممبر یہودی مفادات سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ امریکی صدر بھی
ان کے آگے بے بس ہے یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کی ہر طرح کی
ناز برداریاں کی جاتی ہیں بعض اوقات اسرائیل کو خوش کرنے کے
لئے امریکہ پوری عالمی رائے عامہ کو مخالف بنا لیتا ہے مقبوضہ
عرب علاقوں میں اسرائیل ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھے ہوئے ہے
اسرائیل جب چاہتا ہے کسی عرب ملک پر حملہ کر دیتا ہے۔ مغربی
ممالک کی تمام جدید ٹیکنالوجی اس کے پاس ہے۔ جدید ترین اسلحہ
سے لیس ہے۔ بارہ منٹ میں وہ عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ
کر کے چلا جاتا ہے۔ سیکڑوں میل دور تیونس میں جا کر یاسر عرفات
کے دست راست ابوجہاد کو قتل کر دیتا ہے۔ لبنان آئے دن
اس کے ہوائی حملوں کا نشانہ بنا رہتا ہے۔ اسرائیل کی اس
جارحانہ غنڈہ گردی پر پوری دنیا چیختی ہے مگر اقوام متحدہ
کی سیکورٹی کونسل امریکی ویٹو کے آگے بے بس ہو جاتی ہے۔
یاسر عرفات تحریک آزادی فلسطین کے سربراہ آزادی

کی جدوجہد کر رہے ہیں [illegible]
چالیس سال ہو گئے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ شاید اس کی
وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قوم پرستی کے جن نظریات پر اپنی تحریک
شروع کی ہے وہ نظریات اسلام کی متحدہ قوت کو کمزور کرنے
کے لئے یہودی تنظیم زی مین نے ہی مسلمانوں میں پھیلائے ہیں۔

زی مین کی سالہا سال کی خفیہ کارگزاریوں کے نتیجہ میں
۱۹۱۷ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد یہودی لیڈر وائزمین اور
برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ بالفور کے درمیان ایک معاہدے کے
تحت اسرائیلی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت فلسطین
میں یہودیوں کی آبادی صرف پانچ فیصد یعنی کل چھپن ہزار تھی
جبکہ عربوں کی تعداد سات لاکھ کے قریب تھی۔ فلسطین کو تقسیم کر کے
اس کا ۴۳ فیصد رقبہ یہودیوں کو دے دیا گیا۔ ۵۷ فیصد عربوں کے
پاس رہا جبکہ باقیماندہ رقبہ [illegible] کے زیر تسلط تھا۔ اسرائیلی ریاست

قوم پرست 'عظیم فلسطین'
سوشلزم اور سیکولرازم کے کھوکھلے
نعروں پر اپنی تحریک چلاتے رہے

کا کل رقبہ ۷۹۹۳ مربع میل تھا۔ لیکن جون ۱۹۶۷ء کی جنگ
کے نتیجہ میں اسرائیل کے حدود اربعہ میں یکدم ۲۷،۰۰۰ مربع میل
کا اضافہ ہو گیا۔ پندرہ لاکھ عرب اسرائیل کے غلام بن گئے۔

اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم نے اپنے ہم وطنوں کو فتح
کی مبارکباد دیتے ہوئے کہا تھا "اے اسرائیل تیری سرحدیں
نیل سے فرات تک ہیں" اس طرح مصر، اردن، شام، لبنان
عراق، ترکی کا جنوبی حصہ اور خیبر سمیت مدینہ منورہ تک اسرائیلی
مملکت بنتی ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیل مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخراء
کو گرا کر ہیکل سلیمانی بھی بنانا چاہتا ہے۔ جس کی تعمیر نو کی خاطر
"زی مین" آزاد معماروں کی تنظیم قائم کی گئی تھی۔

اسرائیل کے ناجائز قیام کے دن سے لے کر آج تک فلسطینی اپنے
غصب شدہ وطن کی بازیابی اور آزادی کے لئے جنگ کر رہے
ہیں مگر مسلمانوں اور خاص طور سے عربوں میں پھوٹ کے سبب
نیز اسرائیل کی حربی برتری کے باعث وہ اپنے مقصد میں کامیاب
نہ ہو سکے۔ اس میں کچھ قصور فلسطینی قیادت کا بھی ہے جو اپنے
ملک کی آزادی اور اپنے علاقوں کی بازیابی کے لئے ماسکو اور
بیجنگ کی طرف دیکھتی رہی اور اس نے مدینے کی طرف نہیں دیکھا
اپنا سیاسی قبلہ درست نہیں کیا۔ قوم پرستی، عظیم فلسطین،
سوشلزم اور سیکولرازم کے کھوکھلے نعروں پر اپنی تحریک کو چلاتے
رہے اور ناکام رہے۔ اسرائیل نے تحریک آزادی فلسطین

باقی صفحہ ۵۰ پر

ترتیب: ناہید فاطمہ حسنین

پیارے دوستو!

اس دفعہ ہم آپ کے لئے ایک سچی کہانی لے کر آئے ہیں۔ بتائیے کیسی لگی؟

آپ اپنے خط بھیجتے وقت لفافے کے کونے پر موٹے حروف میں "بچے" ضرور لکھ دیا کیجئے، تاکہ ڈاک علیحدہ کرنے میں آسانی ہو۔

"آپ کی باجی"

ناہید فاطمہ

پیارے بچو!

واقعہ آج جو پڑھ رہے ہو، یہ کوئی فرضی داستان نہیں، بلکہ ایک حقیقی واقعہ ہے۔

چار دوستوں نے مل کر پکنک منانے کا پروگرام بنایا۔ وہ چاروں ایک کار میں سوار ہو رہے تھے۔ راستے بھر ہنسی مذاق کرتے ہوئے وہ منزل کی طرف رواں دواں تھے۔

جہاں انہوں نے پکنک منانی تھی اس سے پہلے ایک بہت بڑا جنگل پڑتا تھا۔

جونہی گاڑی جنگل میں داخل ہوئی ٹپ ٹپ بوندا باندی شروع ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے موسلا دھار بارش کا روپ دھار لیا۔

اچانک ان کی گاڑی کیچڑ میں پھنس گئی۔ چاروں دوستوں نے مل کر صلاح کی کہ اب ہمیں گاڑی سے اتر جانا چاہیے اور جائے پناہ تلاش کرنی چاہیے۔

اتفاق سے چاروں ہی کی نظر تھوڑے سے فاصلے پر موجود ایک جھونپڑی پر پڑی۔ اور وہ اسی طرف کو دوڑ پڑے۔ اندر موجود ایک انتہائی بزرگ ہستی نماز میں مصروف تھی۔ وہ چاروں صدر دروازے پر کھڑے تھے کہ جونہی بزرگ نے سلام پھیر کر نماز ختم کی۔

تو ان سب نے یک آواز کہا السلام علیکم محترم بزرگ! کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟ ہاں ہاں کیوں نہیں۔ بزرگ نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا تو وہ چاروں اندر آ گئے۔ بجلی بہت زور سے کڑکی اور دروازے کے پاس سے ہو کر گزر گئی۔ چاروں کی چیخیں بلند ہو گئیں۔

بارش کسی طور رکنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ اور بجلی بار بار جھونپڑے کے اوپر لہرا رہی تھی۔

چاروں دوست بزرگ کے ساتھ خاصے گھل مل گئے۔ لیکن بجلی کے خوف سے چاروں ہی تھر تھر کانپ رہے تھے۔ جب کسی طور بجلی کا زور ٹوٹتے ہی میں نہ آیا۔ تو سب نے آپس میں صلاح مشورہ کیا۔

پہلا دوست جوان میں نسبتاً بڑی عمر کا تھا کہنے لگا۔ ہم میں یقیناً کوئی ایک شخص بہت گناہگار ہے۔ جس پر یہ بجلی گرنے کے لئے بے قرار ہے، پھر کیا کیا جائے۔ باقی تینوں نے یک آواز ذرا پریشانی کے عالم میں پوچھا۔ ایسا کرتے ہیں۔ بڑی عمر والے نے ایک نظر سب پر ڈالی۔ وہ سامنے جو درخت نظر آ رہا ہے۔ ہم سب باری باری اس کے نیچے جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ بجلی کو جس پر گرنا ہو گا۔ وہ اسی پر گر جائے گی بڑی عمر والے

بقیہ دوست گھبرا گئے اور راضی نہ ہوئے۔ مگر بجلی نے ان کو بہت ہراساں کیا ہوا تھا۔ لہٰذا کافی دیر سوچ بچار کے بعد بالآخر وہ اپنے دوست کی بات ماننے پر رضامند ہو گئے۔

اب مسئلہ سب سے پہلے جانے کا تھا اس کے لئے بھی کوئی راضی نہ ہوا۔ تو ان میں سب سے کم عمر دوست نے ہامی بھر لی اور وہ دھڑکتے دل سے درخت کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ بجلی اب بار بار کبھی درخت پر اور کبھی جھونپڑے پر لہراتی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گیا اور دوسرا شخص چلا گیا۔ وہ بھی خیریت سے واپس آ گیا۔ پھر بزرگ نے ہمت کر کے کہا۔ اب میں جاؤں گا۔ وہ بزرگ کافی دیر درخت کے نیچے کھڑے ہو کر بخیر و عافیت لوٹ آئے۔

جب تیسرے دوست کی باری آئی تو وہ راستے بھر دعائیں کرتا ہوا درخت کے نیچے گیا اور جلد ہی لوٹ آیا۔

اب باری چوتھے دوست کی تھی۔ جس نے مشورہ دیا تھا وہ راستے بھر خود کو کوستا رہا۔ کہ کاش وہ یہ مشورہ ہی نہ دیتا۔ لیکن بہرحال اب اسے جانا تھا۔ وہ دھڑکتے دل اور کانپتی ٹانگوں سے جھونپڑے سے نکلا۔ راستے بھر دعائیں پڑھتا رہا اس نے اپنی آنکھوں کو بجلی کے خوف سے بند کر لیا تھا۔ کہ اچانک بہت زور دار دھماکہ ہوا اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پیچھے مڑ کے دیکھا بجلی جھونپڑے پر گر چکی تھی۔

دیکھا بچو! یہ وہ واحد نیک شخص تھا۔ جس کی بدولت وہ چاروں آدمی بچے ہوئے تھے۔

ہم نہ کھیلیں

پپو، نومی، رومی کا
لے آؤ تم وہ بلا
ہم سب مل کے کھیلیں گے
چھکے، چوکے ماریں گے
بال لگے تو لگنے دو
وکٹ کو ایسے ہی بجنے دو
"پیچ" جو چھوٹے روتے ہو
کاہے وقت کو کھوتے ہو!
دوڑو جلدی 'رن' لے لو
روتے دھوتے 'رن' لے لو
لڑنا جھگڑنا چھوڑ بھی دو
اب خفگی کو توڑ بھی دو
ہم نہ کھیلیں ایسا کھیل
مارا پیٹی دھکم پیل

پہیلیاں

تبسم آفتاب
سمن آباد
کراچی

۱۔ برس برس ہمارے گھر میں دو بزرگ آتے ہیں۔ امی ابو پریشان، بچے خوش ہو جاتے ہیں۔

۲۔ جو دیکھے وہ پہنے نا
جو پہنے وہ دیکھے نا

۳۔ سر پہ پتھر منہ میں انگلی
جس نے دیکھی وہ خوش ہو لی۔

۴۔ کالے پہاڑ پر لوٹا ناچے

جوابات

۱۔ عید اور بقر عید۔
۲۔ کفن۔
۳۔ انگوٹھی۔
۴۔ استرا

100 روپے کا نوٹ

ظفران (میرپور)

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمارے ملک میں بارشیں نہیں ہو رہی تھیں۔ یہ واقعہ گوجرہ کے قریبی گاؤں کا ہے۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ تمام دیہات والوں نے مشورہ کیا کہ تمام لوگ ایک جگہ جمع ہو کر دعا مانگیں شاید بارش ہو جائے۔ لہٰذا جمعۃ المبارک کا دن مقرر ہوا پھر تمام لوگ میدان میں جمع ہو گئے۔ یعنی جمعہ کے دن نماز کے بعد بارش کے لئے دعا مانگی گئی جب تمام لوگ دعا سے فارغ ہو گئے تو امام صاحب نے اعلان کیا کہ مجھے کسی کا سو روپے کا نوٹ ملا ہے جس آدمی کا ہو وہ مجھ سے آکر لے جائے۔ بس پھر کیا تھا کئی لوگوں کے ہاتھ جیبوں کی طرف گئے اور اس نوٹ کے دعوے دار بن گئے۔ اور آپس میں جھگڑا کرنے لگے کہ سو روپے کا نوٹ میرا ہے۔ امام صاحب خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہے، جب معاملہ حد سے بڑھ گیا تو انہوں نے تمام لوگوں کو خاموش کروایا اور انہوں نے کہا کہ تم سب لوگ جھوٹے ہو۔ بارش کیا خاک ہو گی ایک سو روپے کے لئے آپس میں جھگڑا کر رہے ہو۔ یہ سو کا نوٹ تو میرا ہے۔ میں گھر سے آتے ہوئے یہ کر آیا تھا کہ تم لوگوں کا امتحان لوں کہ کتنے ایماندار ہو بس پھر یہ تھا جو لوگ جھگڑ رہے تھے شرمندگی سے سر جھکایا اور اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔

بے بی انجم

مسکرائیے!

ایس۔ ایم۔ کاشف۔ کراچی

شوہر بیوی سے: او چھوٹا منا ضد کر رہا ہے کہ گدھے پر بیٹھوں گا۔

بیوی: تو سوچ کیا رہے ہو اپنے کندھے پر بٹھا لو۔

باپ: بتاؤ آج کیا تاریخ ہے؟

بچہ: ابو میں تاریخ نہیں جغرافیہ پڑھتا ہوں۔
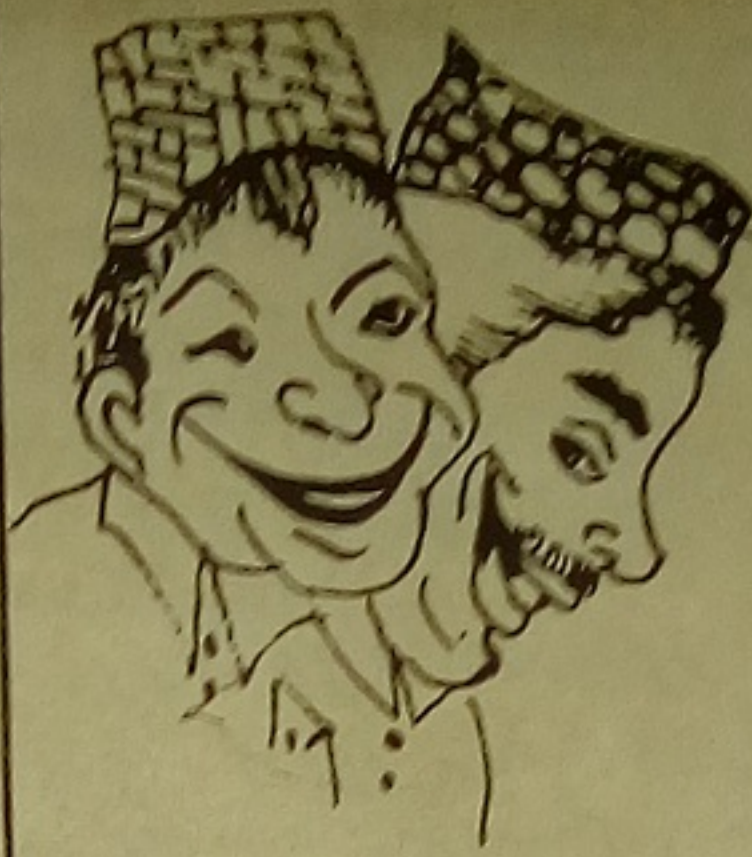
ایک انسپکٹر نے رات کو ایک موٹر سائیکل والے کو روک کر پوچھا۔ تمہارا اسم شریف۔ موٹر سائیکل والے نے گھبرا کر جواب دیا جناب مجھے اسم شریف کا تو پتہ نہیں۔ البتہ کہیں تو درود شریف سنا دوں۔

فقیر: کیا آپ کے پاس کسی بھوکے کے لئے کھانا ہو گا؟

عورت: ہے تو سہی، مگر وہ بھوکا ابھی دفتر سے نہیں آیا ہے۔

ایک دوست اپنے افیمی دوست سے: لو بھئی میں ایک خوشخبری لایا ہوں۔

افیمی (نشے کی حالت میں) اچھا۔ اُسے الماری میں رکھ دو۔

دوست: تم بھی عجیب آدمی ہو کیا خوشخبری بھی الماری میں رکھی جاتی ہے۔

افیمی: تو پھر اسے بچوں میں تقسیم کر دو۔

استاد: لطیفہ کسے کہتے ہیں

شاگرد: لطیف کی بیوی کو۔

ہیلو! میں کراچی سے بول رہا ہوں (رضوان)

جائیے پاپا میں آپ سے نہیں بولتا (جنید)

میں بالکل ہیرو لگتا ہوں نا (عدنان)

کام کرنے والے بچوں سے متعلق قوانین میں خامیاں!

پاکستان میں کم عمر بچوں کو کام پر لگایا جاتا ہے۔ ان کے مسائل اتنے مختلف ہیں کہ اندازہ کرنا کافی دقت طلب ہے۔ اُن کی صحیح تعداد معلوم کرنا ہی ایک مشکل مرحلہ ہے۔ جولائی ۱۹۸۰ء میں بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن نے پاکستان میں ایسے بچوں سے متعلق ایک رپورٹ میں بتایا کہ اس مسئلہ پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ پندرہ سال سے کم عمر کے بچے سندھ کے علاقے میں قالین بافی کی صنعت میں ملازم تھے اور بلوچستان کے ایک صنعتی اسکول میں نو سال سے اُوپر کی بچیوں کو گھریلو دستکاریوں کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ کچھ چھوٹے بچے موٹروں کے کارخانوں اور شیشہ بنانے والی فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں اور بہت سے گھروں میں عام ملازموں کا کام کرتے ہیں۔

جو بچے خرکاروں کے کیمپ میں زبردستی کام پر لگائے گئے ہیں، اُن کی حالت زیادہ ہی افسوسناک ہے۔ اُن سے رات کو بھی کھیتوں میں کام لیا جاتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ خرکار عموماً سرکاری ٹھیکیدار ہوتے ہیں۔ گویا اس طرح حکومت ان معصوم بچوں کے حالات سے بالکل بے خبر ہے۔ اینٹوں کے بھٹوں پر بھی چھوٹے بچوں سے اُن کی طاقت اور برداشت سے کہیں زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق صرف پنجاب میں دو لاکھ خاندان جو تقریباً بیس لاکھ مزدوروں پر مشتمل ہیں، زبردستی مزدوری پر لگائے گئے ہیں، جو قیدیوں جیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔

بچوں کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے۔ چھوٹی بچیوں کو پیشہ کرانے کے لئے زبردستی بیچ دیا جاتا ہے۔ حال ہی میں یہ افسوسناک خبر گرم تھی۔ پاکستان کے دس سال کی عمر کے بچوں کو دوبئی میں اونٹوں کی دوڑ میں استعمال کرنے کے لئے فروخت کیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک بچہ انتقال بھی کر گیا۔

بچوں کو ملازم رکھنے کے لئے پاکستان میں مناسب قوانین نہیں ہیں۔ اور اُن کا نفاذ بھی ناقص ہے۔

قوانین سامراجی دور کی یادگار ہیں۔ ان قوانین میں مناسب رد و بدل نہیں کیا گیا۔ اور کچھ قوانین تو ایسے وضع کئے گئے کہ ان سے بچوں کے لئے مسائل اور بڑھ گئے ہیں۔ مثلاً ۱۹۷۹ء کا زنا آرڈیننس، سندھ میں بچوں سے متعلق ۱۹۵۵ء کا ایکٹ اور پنجاب میں بچوں کے ۱۹۵۲ء کے قانون میں ۱۹۸۳ء میں ترمیم کی گئی لیکن اس کا نفاذ ابھی نہیں ہوا ہے۔

پاکستان میں بچوں کے کام کرنے کے متعلق قوانین کو تین خاص حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایسے قوانین جو ان کو کام کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اُن کے کام کرنے کی استطاعت کی حد مقرر کرتے ہیں اور تیسرے تحفظاتی قوانین ہیں۔

پہلی قسم کے قوانین کا مقصد پندرہ سال سے کم عمر بچوں کو کام پر لگانے والے پر پابندی عائد کرنا ہے۔ اس میں یہ خامی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بچے کو ملازم [illegible]

اس سے تو عمر میں [illegible] اور ملازم رکھنے والے کو زیادہ سے زیادہ دو سو روپیہ جرمانہ ہے اگر اس قانون کا نفاذ نہیں کیا جاتا اور ایک [illegible] کام [illegible] مزدوری سے [illegible] جائے گا۔ اس قانون کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس طرح اگر کوئی فرم [illegible] کسی بچے کو اس ادارے [illegible] یا کام سیکھنے کے لئے [illegible] تو اس قانون سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔

بچوں کی ملازمت کا ۱۹۳۸ء کا ایکٹ بچوں کے صنعتی اداروں میں کام کرنے کے متعلق ہے جو ۱۹۳۴ء کے قانون کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے تحت کوئی بچہ کسی بار برداری یا سواری سے بار لے جانے سے متعلق کام نہیں کر سکتا۔ کوئی بچہ جس کی عمر پندرہ سے بیس سال کے درمیان ہو کسی ایسے شعبہ میں ملازمت نہیں کر سکتا جہاں بارہ گھنٹے سے زیادہ کام ہوتا ہو اور دس بجے رات سے صبح سات بجے تک کام نہیں کرے گا۔ اس قانون میں بھی یہ خامی ہے کہ اس کا اطلاق ایسے اداروں اور کام سیکھنے والوں پر نہیں ہوتا۔ چودہ سال سے کم عمر بچوں کو بیڑی، قالین، سیمنٹ، چمڑا، اور ماچس یا دھماکہ کرنے والی چیزیں بنانے کے کارخانوں میں ملازم نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر کوئی ایسا بچہ اپنے خاندان کی ایسی صنعت میں کام کرتا ہے تو وہ بھی اس سے بری ہے۔

۱۹۳۴ء کا فیکٹریز ایکٹ ملازم بچوں کی حفاظت اور امراض سے بچاؤ کے متعلق ہے۔ اس ایکٹ کا اطلاق پندرہ سال اور پندرہ سے بیس سال کے لڑکوں پر ہوتا ہے۔ اس کے تحت بچوں سے پانچ گھنٹے سے زیادہ یا رات میں کام لینے پر پابندی ہے۔

مغربی پاکستان شاپ اینڈ اسٹیبلشمنٹ آرڈیننس کے تحت کم عمر کام کرنے والوں میں چودہ سال سے کم عمر بچوں کو بچہ اور چودہ سے ۱۷ سال تک کام کرنے والوں کو نوجوان شخص کہا گیا ہے۔ اور فیکٹریوں کے قانون کا اطلاق ان

باقی صفحہ [illegible]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلا اسلامی جنگی بحری بیڑہ ترتیب دیا تھا!

تقسیم تیار ہو گئیں۔ حضرت صدیقؓ کو حضرت حفصہؓ کے پاس واپس رکھ دیا گیا۔ اور تیار شدہ نقلیں تمام ممالک اسلامیہ کو بھیج دی گئیں اور ساتھ ہی حکم دیا گیا کہ پچھلے تمام متفرق کر دیئے جائیں اور سرکاری طور سے استعمال کیے جائیں۔

جنگی کارنامے اور فتوحات

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں پہلا اسلامی جنگی بحری بیڑہ حضرت امیر معاویہؓ کی تجویز پر ... کی اجازت دی گئی جو جنگی سمندری فوج میں شامل ہونے کا شوق رکھتے تھے، ان کو بھرتی کیا جائے۔ ۲۸ ہجری میں پہلا بحری حملہ قبرص پر کیا۔

بحریہ
سمندروں کا سینہ چاک کر کے
مسلمانوں کی فتوحات کا
پرچم لہرا رہی تھی!

سے ہدایت دی کہ مسلمانوں کو تربیت دو۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں بے شمار فتوحات ہوئیں۔ سلطنت اسلامیہ میں جتنی بغاوتیں ہوئیں ان کی بیخ کنی کی گئی۔

آپ کا دورِ خلافت تقریباً ۱۲ سال پر محیط ہے آپ نے بیت المال سے موذنوں کے وظیفے مقرر کیے پولیس کے محکمے میں توسیع فرمائی۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے تمام مسلمانوں کی فوج کو سامانِ حرب سے لیس کر دیا۔ عمدہ قسم کے گھوڑے اور ہتھیار ان کو فراہم کیے گئے۔

آپ کا دورِ خلافت مسلمانوں کی فتوحات اور کامیاب حکمت عملی کا زریں دور ہے۔ اسلامی سلطنت کی بنیادیں وسیع ہو کر مصر اور ہندوستان کا وسیع علاقہ جو اب پاکستان میں شامل ہے آپ کے دور میں فتح ہو چکا تھا۔ جزیرہ قبرص جس کے لیے آج کل ترکی اور یونان نبرد آزما ہیں حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں فتح ہوئے افریقی خطہ رہوڈز شامل سلطنت اسلامیہ میں داخل ہوا۔ آرمینیا ایشیائے کوچک تک کا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا تھا قبرستان کے راستے بحیرہ عرب کے مشرقی کنارے

اور بحیرہ اسود تک مسلمانوں کا سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔ مسلمانوں کی حکومت کی وسعت اور عام خوشحالی کا یہ وہ دور تھا جس کو مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے مسلمانوں کی عام بہبود اور تجارت کو بے حد فروغ ہوا۔ مسلمان سپاہیوں کے خاندانوں کی کفالت حکومت وقت پر تھی۔

مسلمانوں کو کوئی دوسری طاقت شکست نہیں دے سکی مگر یہ خیال نہیں رہتا جب اپنوں میں ... ہو جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کا الجھ مسلمان سے لگ ... سے سنبھالی حکومت بھی دم توڑ دیتی ہے۔ یہی حال پھر خلافت عثمانیہ کا ہوا۔

عبداللہ ابن سبا خارجیوں کی سازشیں زور پکڑ رہی تھیں اور ایک وہ وقت بھی آیا جب مسلمانوں کا تیسرا خلیفہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور داماد اپنے گھر پہنچے ہی ملک میں اپنے ہی گھر میں محصور کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے لیے کنواں خرید کر دینے والا آج خود پانی کے لیے محروم کر دیا گیا۔ قحط زدہ مسلمانوں کو اناج تقسیم کرنے والے پر غذا ———— پہنچانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے جس اولوالعزم خلیفہ کے نام سے دیوار چین پاش پاش ہوئی اسی خلیفہ کے مکان کی دیوار کو پھلانگ کر دشمن ان کے گھر میں داخل ہو گئے۔ بحر اوقیانوس کے اونچے اونچے تھپیڑوں کو شکست دینے والا آج مسلمان باغیوں کے مقابلے میں خاموش ہے۔ قیصر اور روما کے غرور اور نخوت کو توڑنے والا آج اپنے نبیؐ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے صبر و رضا کا دامن تھامے اپنے چھوٹے سے گھر میں مقید ہے۔ آخر ایک دن ایام محاصرہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر یوں گویا ہوا کہ بلوائے مسلمانو! میں صرف اصحاب رسولؐ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں اور کسی سے نہیں۔ یاد ہے ایک دن حضورؐ کوہ حرا پر چڑھے تو وہ حرکت کرنے لگا۔ سرکارؐ نے ٹھوکر مار کر فرمایا کہ حرا ٹھہر جا کہ تیری پیٹھ پر ایک نبیؐ، ایک صدیق اور دو

خلیفہ اولؓ نے فرمایا
"عثمانؓ سے تو فرشتے بھی
حیا کرتے ہیں"

شہید ہیں۔ اس وقت ابوبکر و عمر اللہ کے نبیؐ کے ساتھ تھے۔ صحابہؓ نے تصدیق فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کے واسطے صدق دل سے کہنا جو بیعت رضوان میں موجود تھے۔ جب رسول اللہ کے حکم سے میں مشرکین کے پاس گیا ہوا تھا تو اسی اثنا میں میرے قتل کی افواہ اڑ گئی جس کو سنتے ہی میرے قتل ناحق کے لیے تمام مسلمانوں سے اپنی اپنی جان قربان کر دینے کی بیعت لی تھی صحابہؓ سے فرمایا کہ جب ایسا ہی ہوا تھا پھر پوچھا کہ میری بیعت لیتے وقت آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے بیعت کی۔ یہ فرمانے ہوئے کہ عثمانؓ کی جانب سے بیعت ہوئی۔ تمام صحابہؓ نے فرمایا بالکل درست ہے۔ آپ نے فرمایا، بتاؤ یہ اقوال ہیں؟

جامع القرآن کے لیے
چار ارکان پر مشتمل
کمیٹی بنائی

کے لیے آنے والو تم کس حد تک اپنے ارادے میں درست ہو۔ پھر فرمایا میں صبر کر رہا ہوں جو توفیق الٰہی سے ہوگا۔

آپ کو اپنی شہادت کا پورا یقین تھا۔ ۱۸ ذی الحج جمعہ کا دن آپ تسبیح و استغفار میں بڑے مصروف تھے۔ کپڑے بدلے، اپنے غلام آزاد کیے کلام اللہ کی تلاوت میں مصروف تھے کہ باغی آپ کے گھر میں داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیتے ہیں اور آپ کی بیوی نائلہ کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ تین دن تک آپ کی نعش مبارک دفن نہیں ہوئی۔

دورِ عثمانؓ کے متعلق تاریخ نے لکھا کہ مسلمان اپنی فتح و ظفریابی میں کمال عروج پر تھے۔ بحریہ کی قوت سمندروں کا سینہ چاک کر کے مسلمانوں کی فتوحات کے پرچم لہرا رہی تھی۔ مسلمانوں کی دولت و عزت، شہرت کا آفتاب پورے عروج پر تھا مگر مسلمانوں کو جب عیش میسر آ جاتا ہے تو ان کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔

آخر میں حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ یاد دلا دوں جب آپ ایران سے آئے ہوئے مال غنیمت کے انبار پر بیٹھے رو رہے تھے۔ لوگوں نے کہا: اے ہمارے امیر یہ موقع رونے کا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ جب دولت آتی ہے تو رشک و حسد بھی آتے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جو قومی اتحاد و اجتماعی روح کو چاٹ جاتی ہیں۔

بقیہ: بات نکلے گی تو....

شہر پر چڑھائی کرا دی گئی۔ وہ شہر جو امن و سکون کا گہوارہ
تھا ماتم کدہ بن گیا۔ فسادات کرائے گئے، قتل و غارتگری
کا بازار گرم ہوا۔ پنجابی مرا، پٹھان مرا، مہاجر مرے مگر موت ہوئی پاکستانی
کی زندگی کے ساتھ چھوڑ ایک سوال ... لوگ یہ نہیں سوچتے بلکہ
چند جذباتی نعروں کی خاطر بھائی بھائی کا خون بہا رہا ہے۔

مولانا بھاشانی کا کردار بہت شاک رہا ہے۔ ایک عالم دین ہوتے
ہوئے انہوں نے جس کم ظرفی اور فرقہ پروری کا مظاہرہ کیا تاریخ انہیں
کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اگر تاریخ ان کے کرتوتوں کو بھلا بھی دے تو
وہ مظلوم بہاری جو آج پاکستان اور بنگلہ دیش میں در بدر کی ٹھوکریں
کھا رہے ہیں انہیں ایک بدبخت عالم کے طور پر ہمیشہ یاد رکھیں گے
اگر ہم تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج سندھ کے
پاس ایک باصول اور دیانتدار عالم موجود ہے جس نے انتخابات
میں شکست گوارا کر لی لیکن "سندھی قومیت" کا نعرہ نہ چھوڑا
ان علاقوں میں جہاں اس کا طوطی بولتا رہا اس عالم نے اپنی
نشست گنوا دی۔ لیکن مہاجر اور غیر مہاجر کے اس جھگڑے میں حصہ لینے
سے انکار کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر پاکستان نے مولانا بھاشانی
جیسے ملک دشمن لیڈر پیدا کئے ہیں تو اسی سرزمین نے مولانا نورانی
جیسے حق و صداقت کے علمبردار بھی پیدا کئے ہیں۔

۲ جنوری ۱۹۶۵ء کو صدارتی انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات
میں مقابلہ کنونشن مسلم لیگ اور C.O.P کے درمیان تھا
یہ بتانا بے جا نہ ہوگا کہ جماعت اسلامی نے ان انتخابات میں
محترمہ فاطمہ جناح کا کھل کر ساتھ دیا۔ اس سے پہلے اپنی تصانیف
میں مولانا مودودی عورت کی حکمرانی کو اسلام کے منافی قرار دے
چکے تھے لیکن جیسا کہ ہمیشہ اس جماعت نے کیا ہے۔ اپنی ہی تحریروں
کو اپنے ہی سیاسی جوتے تلے روند ڈالا اور ایک بار پھر وہی پرانا
بہانہ پیش کیا کہ بڑے شیطان سے نمٹنے کے لئے چھوٹے شیطان کا
ساتھ دے رہے ہیں۔ حالانکہ شیطان شیطان ہی ہوتا ہے نہ بڑا
نہ چھوٹا۔ صدر ایوب محترمہ فاطمہ جناح کے مقابلے میں کامیاب قرار
پائے۔ کراچی اور مشرقی پاکستان نے صدر ایوب کے خلاف ووٹ دیئے
اسکے بعد ۴ جنوری کو گوہر ایوب نے مہاجروں کے علاقے کراچی
میں پٹھانوں کی مدد سے ٹرکوں اور جیپوں کا شاندار جلوس نکالا
اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور کراچی میں لسانی فسادات بھڑک
اٹھے۔ گوہر ایوب جو اس وقت ایک کروڑ پتی تاجر بن چکے تھے
کراچی اس لئے تشریف لائے تھے تاکہ مہاجروں کا منہ چڑا سکیں لیکن
انہوں نے یہ بہت بڑی غلطی کی جس کی سزا کچھ عرصہ بعد ان کے
والد کو ملی۔ شہر کراچی میں کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس طرح مشرقی
پاکستان کی طرح کراچی بھی فوج کے رحم و کرم پر چلے گئے۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ ستمبر کے مہینے میں شروع ہوئی
دونوں حکومتوں نے کچھ کھویا اور کچھ پایا لیکن پاکستان کے اخبارات
نے حکومت کی ایما پر پاکستانی فوج کی کامیابیوں کی عوام کو کچھ زیادہ
ہی توقعات وابستہ ہو گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب تاشقند کی میز
پر دونوں فریقوں کے ہاتھ کچھ نہ لگا تو پاکستان اور ہندوستان دونوں
طرف غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ذوالفقار علی بھٹو اس زمانے میں
وزیر خارجہ تھے۔ تاشقند میں وہ صدر ایوب کے ساتھ تھے۔ انہوں
نے واپسی پر صدر ایوب سے تاشقند کے معاہدے پر اختلاف کیا۔
کچھ عرصے بعد ذوالفقار علی بھٹو وزارت خارجہ کے عہدے سے
مستعفی ہو گئے۔ ایوب خان اور بھٹو کی سیاسی کشمکش کا یہ
نقطہ آغاز تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو جلد ہی لندن روانہ ہو گئے۔

جنوری ۱۹۶۸ء میں "اگرتلہ سازش" پکڑی گئی۔ اس
سازش میں ۲۶ افراد ملوث تھے۔ اس سازش کی پہلی میٹنگ
۱۲ جولائی ۱۹۶۴ء کو اگرتلہ میں ہوئی تھی۔ اس میٹنگ میں
مشرقی پاکستان میں ہندوستانی ہائی کمیشن کے فرسٹ سیکرٹری
مسٹر این وی اوجھا نے بھی شرکت کی۔ ان کے علاوہ لیفٹیننٹ
کمانڈر معظم حسین، شیخ مجیب الرحمٰن، ایم شمس الدین
(سی ایس پی) ایم آر قدوسی (C S P) اور احمد فضل الرحمٰن
(C S P) بھی شامل تھے۔ اس سازش کا آغاز ۱۹۶۲ء میں
کرنل معظم حسین کے زیر نگرانی ہوا۔ جس میں شیخ مجیب بھی شامل
تھے ۱۹۶۵ء میں دوبارہ مذاکرات ہوئے جس کے تحت شیخ صاحب
نے تخریب کاری اور بد امنی پھیلانے کے لئے گرانقدر رقم وصول کی
جب یہ سازش پکڑی گئی تو پاکستانی حکام نے ناپسندیدہ عناصر کو
ملک سے نکل جانے کا حکم دیا لیکن مشرقی پاکستان کے اخبارات نے
اس سازش کو مشرقی پاکستان کے خلاف ایک اور جھوٹے الزام کا نام
دیکر غلط رنگ دے دیا۔ اس کے نتیجے میں بجائے اس کے کہ عوام
حکومت سے ان عناصر کی بیخ کنی کرنے کے لئے کہتے، کھلم کھلا
علیحدگی کی باتیں ہونے لگیں۔ (جاری ہے)

بقیہ: سیاسی تجزیہ

پتہ چل جائے گا۔ پیپلز پارٹی شروعات سے یہ کہتی آ رہی ہے کہ وہ پانچ
سال تک ملک میں حکومت کرے گی۔ اور اس وقت وہ اس
سے قبل الیکشن پر شاید تیار نہ ہو۔ لیکن موجودہ حالات میں جبکہ
مرکز اور صوبوں میں اختلاف بڑھتے جا رہے ہیں اور مصالحت
کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے۔ یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ پیپلز
پارٹی پر تازہ انتخابات کرانے پر زور ڈالا جائے۔ وزیر اعظم
بے نظیر بھٹو اور پنجاب و بلوچستان کے وزرائے اعلیٰ کے درمیان
جو اب تک اس معاملے میں مذاکرات ہوئے ہیں، وہ بالکل
سود مند ثابت نہیں ہوئے۔

درمیانی مدت کے انتخابات کرانے میں غلام اسحٰق خان
کی سیاسی سوجھ بوجھ پر بڑی حد تک انحصار ہے۔ اس وقت ان
پر بڑی ذمہ داری ہے اور سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ وہ اس معاملے
میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اسمبلی ... پارٹیوں کے درمیان
مصالحت کرا سکتے ہیں۔ کیونکہ پیپلز پارٹی کے بیشتر ... صدر کی قابلیت
بہت زیادہ اہمیت ... ہیں اور جب ... مرکزی ... تو
پیپلز پارٹی کے درمیان معاملات میں صدر نے مداخلت کی تو
انہوں نے اپنی ناپسندیدگی کا برملا اظہار کیا اور پیپلز پارٹی
کے سندھ کے وزیروں نے اس پر کڑی تنقید کی۔ ایسی صورت
میں اس کی امید رکھنا چاہئے کہ مرکز اور صوبے دونوں عقل سے
کام لیں گے اور خدا نخواستہ ایسی صورت پیدا نہ ہوگی کہ مارشل
لگانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہے۔ تمام جمہوریت پسند لیڈروں
کو اس بات پر سنجیدگی سے غور کرکے ملک میں جمہوریت کے تحفظ
کے لئے کوشش کرنا چاہئے۔

بقیہ: کوہکن

پر لگا ہوتا ہے۔

دوسری قسم کے قوانین میں اول ۱۹۳۸ء کا ایمپلائمنٹ
ایکٹ ہے۔ اس کا پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس کے
تحت صوبہ کی حکومت کو انسپکٹر مقرر کرنے کا حق ہے۔
جو کارخانوں کا معائنہ کرے اور یہ دیکھے کہ قانون پر
کہاں تک عمل ہو رہا ہے اور اگر قانون کی خلاف ورزی
ہو رہی ہے تو قانونی کاروائی کرے۔

اقوام متحدہ کے ۱۹۷۳ء کے بچوں کے حقوق کا قانون اگرچہ
ایک بین الاقوامی قانون ہے لیکن بہت سے ممالک
نے ابھی تک ان پر عمل شروع نہیں کیا۔ پاکستان میں
ایسے قوانین پر عمل کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ بعض لوگوں
کا خیال ہے کہ بچوں کی ملازمت کا سلسلہ ملک کی اقتصادی
ترقی کے ساتھ کم ہوتا جائے گا۔ تعلیم کے فروغ اور معاشرے
میں اصلاحات سے بھی اس میں خاصا فرق آئے گا لیکن
مشاہدہ اس کے برعکس ہے امریکہ جیسے ترقی یافتہ ممالک
میں اب بھی بہت سے بچے کھیتوں میں کام کرتے ہیں اسی
طرح برطانیہ میں بھی ۱۳ اور ۱۶ سال کی عمر کے بچوں میں
سے چوتھائی یا نصف حصہ کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں۔
اسی طرح فرانس میں بھی کام کرنے والے بچوں میں اضافہ ہو رہا ہے
بہت سے لوگ بچوں کو ملازم رکھنے پر ترجیح دیتے
ہیں ان کو تنخواہ کم دینا پڑتی ہے وہ اپنے آجر سے اپنے
حقوق پر بھی زور نہیں دیتے۔ ان کو حادثہ وغیرہ ہو جانے
کی صورت میں معاوضہ بھی بہت کم دینا پڑتا ہے۔

بورس بیکر جارحانہ کھیل کے ساتھ پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہیں

بورس بیکر نے ٹینس کے مقابلے میں سابق چیمپئن اسٹیفی گراف کو شکست دیدی!

لندن کے مضافات میں سرسبز علاقہ ومبلڈن اپنے سالانہ ٹینس کے فائنل مقابلے کے لئے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہ مقابلے یہاں سو سال سے زیادہ عرصے سے ہو رہے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے علیحدہ مقابلے ہوتے ہیں اور جیتنے والے کو سونے کا قیمتی کپ دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ انہیں کثیر نقد رقم بھی ملتی ہے۔

امسال سالانہ مقابلہ ۹ جولائی کو ہوا۔ یہ دن مغربی جرمنی کے لئے بہت مبارک ثابت ہوا کہ مردوں اور عورتوں دونوں مقابلوں میں انہیں کے باشندے اول رہے۔ جواں سال بورس بیکر نے سابق چیمپئن اسٹیفی گراف کو شکست دی۔ اور بیس سالہ اسٹیفی گراف نے امریکن کھلاڑی مارٹینا کو جو آٹھ سال سے یہ کپ برابر جیتتی رہی ہرا کر اسے ایک عالمی ریکارڈ قائم کرنے سے باز رکھا اس کے علاوہ اس نے ومبلڈن ٹینس چیمپئن شپ کا مقابلہ مسلسل تین بار جیت کر اپنی ہیٹ ٹرک بھی مکمل کرلی۔

کوارٹر فائنل میں بورس بیکر، اسٹیفن ایڈبرگ، ایوان لینڈل جان میکنرو، اسٹیس ولینڈر، ٹم میوٹ، ڈان گولڈی اور پال چیمبرس کامیاب ہوئے تھے۔ سیمی فائنل میں بورس بیکر نے ایوان لینڈل کو اسٹیفن ایڈبرگ نے جان میکنرو کو شکست دی جبکہ خواتین کھلاڑیوں میں اسٹیفی گراف نے ومبلڈن چیمپئن کا تین بار کپ جیتنے والی کرس ایورٹ کو سیمی فائنل میں ہرا دیا۔ خواتین کے دوسرے سیمی فائنل میں آٹھ مرتبہ ومبلڈن ٹینس چیمپئن شپ جیتنے والی مارٹینا نورا ٹلوف نے کیتھرینا کوسٹ کے خلاف کامیابی حاصل کی۔

لوگوں کا خیال تھا کہ فائنل مقابلے بہت سخت ہوں گے اور شائقین کو سنسنی خیز انجام کی توقع تھی۔ بورس بیکر نے ومبلڈن ٹینس کی تاریخ میں پہلی بار پہلا سیٹ صفر کے مقابلے میں چھ پوائنٹ سے جیتا۔ یہ ایک ریکارڈ قائم ہوگیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے سابق چیمپئن ایڈبرگ کو ایک سیٹ بھی نہ جیتنے دیا۔ بیکر کو معلوم تھا کہ جیتنے کے لئے اسے ہمیشہ اپنا سر اونچا رکھنا پڑے گا۔ ان کے منیجر کا کہنا ہے کہ ایک اچھے فنکار کی طرح بورس بیکر بھی کچھ اپنی خاص خصوصیات کے حامل ہیں — بورس بیکر نے ۱۹۸۵ء میں جب ان کی عمر صرف ۱۷ سال تھی، کیون کرن کو ہرا کر ومبلڈن چیمپئن کا اعزاز حاصل کیا اس طرح وہ ومبلڈن میں چیمپئن بننے والے اب تک سب سے کم عمر کھلاڑی ہیں۔ اس اعزاز سے ان کے ملک کے نوجوان لڑکے لڑکیاں اتنے خوش ہوئے کہ سڑکوں اور پارکوں میں خوشی سے رقص کرنے لگے۔ اور خود اسے اتنی شہرت ملی کہ کئی دوسرے ممالک اسکے خواہاں ہوئے کہ وہ ان کے ملک کا شہری بن جائے۔ اگلے سال بھی ۱۹۸۶ء میں جو ومبلڈن کی سوویں چیمپئن شپ تھی۔ بورس بیکر نے چیمپئن شپ حاصل کی یہ اُن کی مسلسل دوسری کامیابی تھی۔ ۱۹۸۷ء اور ۱۹۸۸ء میں وہ اعزاز نہ جیت سکے اور اسٹیفن ایڈبرگ سے ہار گئے۔ اب جب کہ وہ تیسری بار میچ جیت گئے ہیں۔ مغربی جرمنی اپنے کھلاڑی پر بجا طور سے فخر کرسکتا ہے۔ مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ اس بار خواتین کا اعزاز بھی جرمن خاتون اسٹیفی گراف نے جیت کر اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کیا ہے۔

بورس بیکر شروع ہی سے جارحانہ کھیل رہے تھے۔

ہر محفل کا میزبانِ خصوصی
رُوح افزا
تقریب کی نوعیت پر منحصر نہیں، کوئی موقع ہو، کیسی ہی محفل ہو
ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے روح افزا پیش پیش
فرحت، تازگی اور توانائی کے لیے بے مثال
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں لازوال
ہر محفل کا میزبانِ خصوصی
روحِ پاکستان - روح افزا
راحتِ جان - روح افزا
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
خدمتِ خلق روحِ اخلاق ہے
HMD-6 87
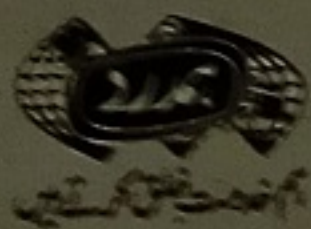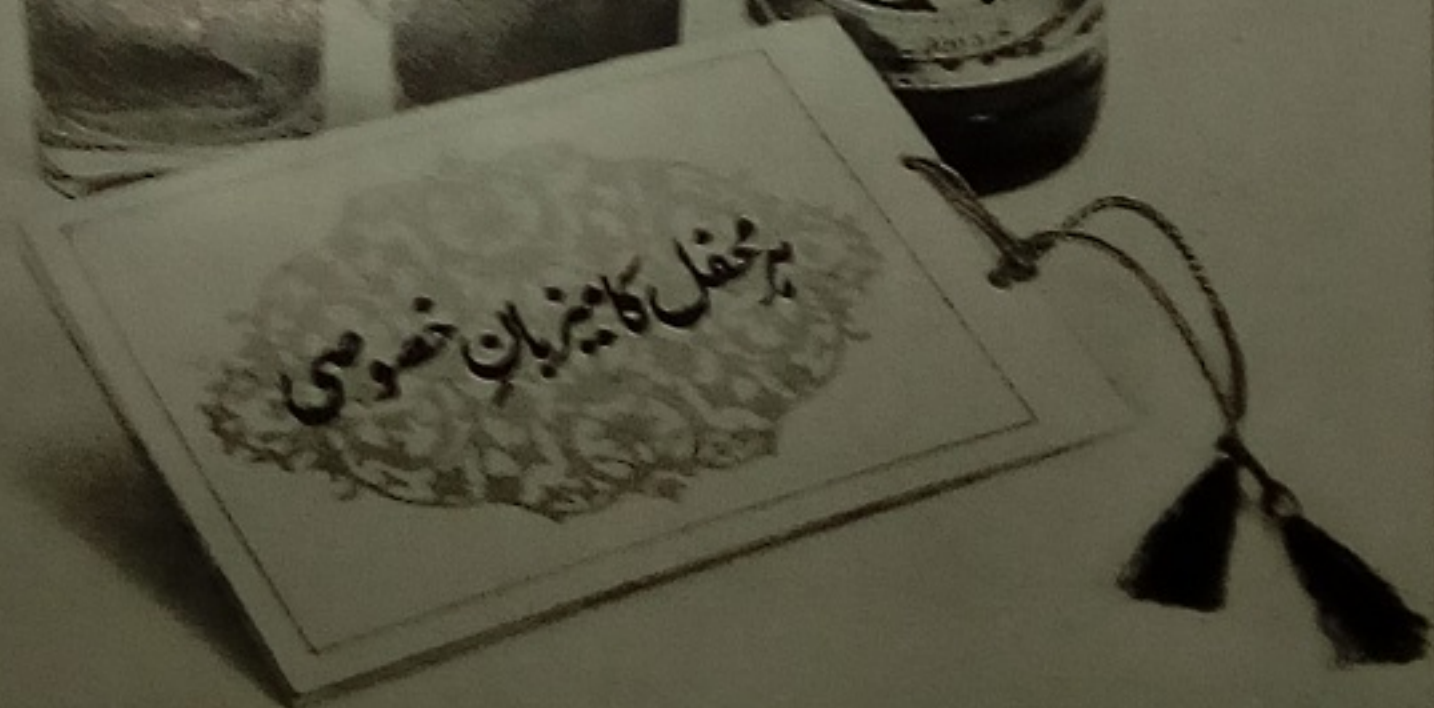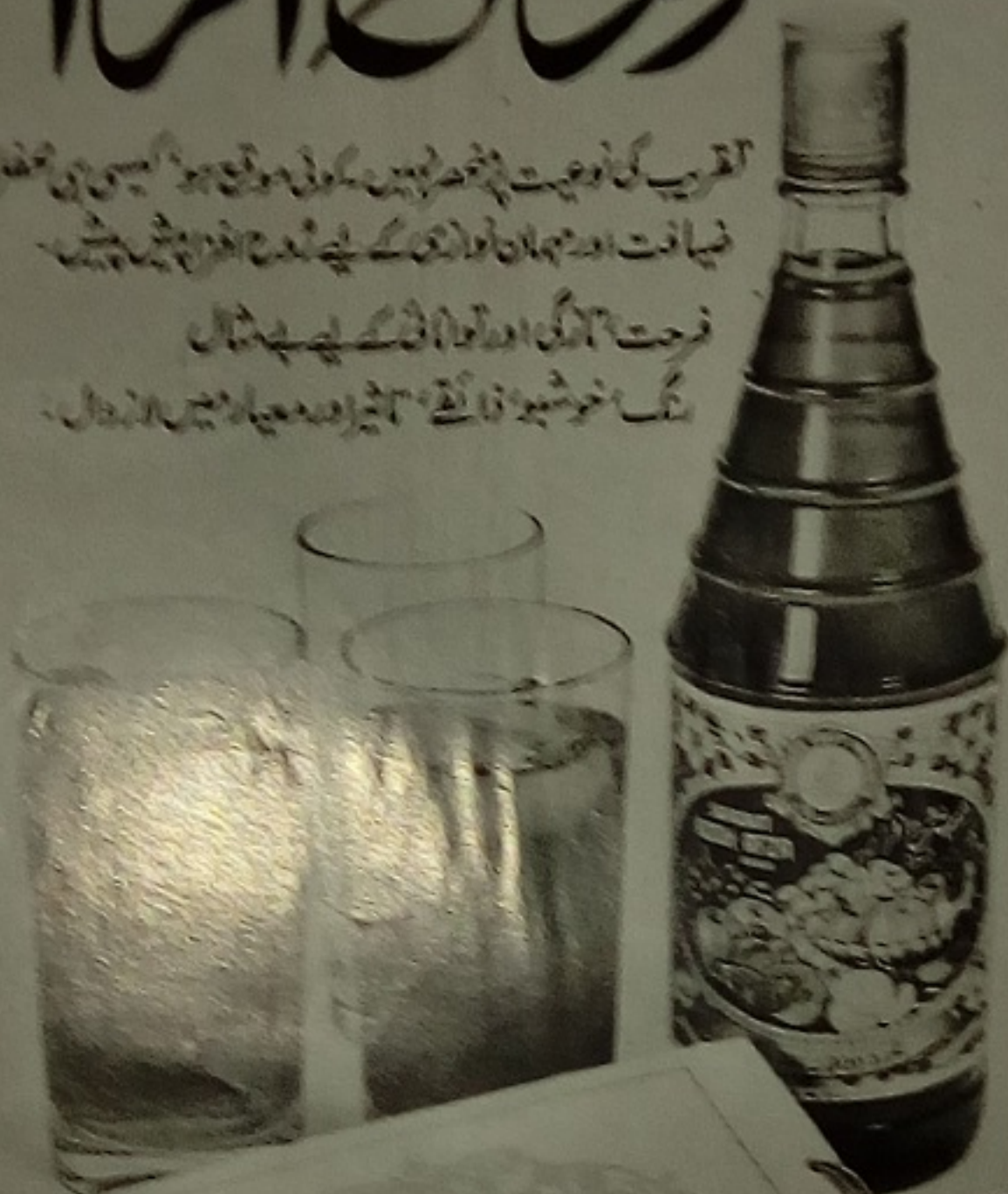
ADARTS

مکمل تکنیک کے سبب ۔۔۔ لڑاکا بن گیا ہے

محمد عمر خان نے بھارتی چیمپئن کو پہلے ہی راؤنڈ میں ناک آؤٹ کر دیا